شہیدِ علمائے حق

حالاتِ زندگی

شہید اوّلؒ

شہید ثانیؒ

شہید ثالثؒ

شہید رابعؒ

شہید خامسؒ

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

SAJAD BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
SadiCm Bazaar#2
KARACHI
Ph. 7211795

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہید علمائے حق

حالاتِ زندگی

شہید اوّل رح

شہید ثانی رح

شہید ثالث رح

شہید رابع رح

شہید خامس رح

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	شہید علمائے حق
تالیف	:	علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی
ناشر	:	**مرکزِ علومِ اسلامیہ** I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11 کراچی۔ فون: 021-4612868
کمپوزنگ	:	ریحان احمد شیخ 0300-2787252
مطبع	:	سیّد غلام اکبر
تعدادِ اشاعت	:	پانچ سو
اشاعتِ اوّل	:	1993ء
اشاعتِ دوم	:	2008ء
قیمت	:	Rs. 200/=

....کتاب ملنے کا پتہ....

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11

کراچی۔فون:021-4612868 ، 0300-2778856

فہرستِ ابواب

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۷	حرف حق	۱۔
۱۲	ابتدائیہ	۲۔
۱۴	اسمائے مبارکہ شہدائے ایمان	۳۔
۲۳	شہید اوّلؒ (حالات وخدمات) علامہ شیخ شمس الدین	۴۔
۲۴	مختصر تعارف	۵۔
۲۵	شہید اوّلؒ	۶۔
۲۵	تحصیل علم کے لئے محنت	۷۔
۲۶	کمالات وکرامات	۸۔
۲۷	اسبابِ شہادت	۹۔
۲۸	اولاد شہیدِ اول	۱۰۔
۲۸	شہید اوّلؒ کی خدمات علمیہ	۱۱۔
۳۱	شہید ثانیؒ (حالات وخدمات) علامہ شیخ زین الدین	۱۲۔

۱۳۔ مختصر تعارف ۳۲

۱۴۔ شہید ثانیؒ ۳۳

۱۵۔ اشغال علمیہ ۳۴

۱۶۔ کراماتِ شہید ثانیؒ ۳۵

۱۷۔ اسبابِ شہادت ۳۵

۱۸۔ آثار علمیہ ۳۷

۱۹۔ اولادِ امجاد ۳۷

۲۰۔ شہید ثالثؒ (حالات وخدمات)........ ۳۹

قاضی علامہ نور اللہ شوستری

۲۱۔ مختصر تعارف ۴۰

۲۲۔ شجرہٗ نسب ۴۲

۲۳۔ عہدِ اکبر اور شہید ثالثؒ کی آمد ۴۲

۲۴۔ ہندوستان میں پہلی بار محفل میلاد النبیؐ ۴۶

۲۵۔ مخدوم الملک اور عبدالنبی کا حشر ۴۶

۲۶۔ دربار اکبری میں آفتاب علم ۴۷

۲۷۔ جہانگیر کی تخت نشینی ۴۸

۲۸۔ قاضی صاحب کا زمانہ مشکلات ۴۸

۲۹۔ قاضی صاحب کو شہید کرانے کی منظّم سازش ۴۹

۳۰۔ سفر ہندوستان وعہدہٗ قاضی القضاۃ ۵۱

۳۱۔ ذکاوت وذہانت اور حاضر جوابی ۵۲

۳۲۔ سببِ شہادت ۵۳

۳۳۔ شہید کا تقیہ نہ کرنا ۵۶

۳۴۔ تاریخ وفات ۵۷

۳۵۔ قاضی صاحب کا دفن ۵۸

۳۶۔ آثار علمیہ ۵۸

۳۷۔ مخالفین کی رد میں شہید کے تصانیف ۵۹

۳۸۔ مصنفات شہید ثالثؒ ۶۴

۳۹۔ اولاد امجاد ۷۰

۴۰۔ قبر شہید ثالث کا پہلا زائر ۷۱

۴۱۔ تعمیر مزار اقدس ۷۴

۴۲۔ اجمالی جائزہ ۸۳

۴۳۔ مرثیہ در حال شہیدِ ثالث قاضی نور اللہ شوستری ۹۰

۴۴۔ **شہید رابع (حالات وخدمات)** ۱۱۵

علامہ مرزا محمد کاملؒ دہلوی

۴۵۔ مختصر تعارف ۱۱۶

۴۶۔ ابتدائی تعلیم ۱۱۸

۴۷۔ کتب بینی کا شوق ۱۱۸

۴۸۔ اساتذہ کی تعظیم ۱۱۸

۴۹۔ قوت اجتہاد ۱۱۹

۵۰۔ شاگردوں کی دلجوئی ۱۱۹

۵۱۔ اسبابِ معیشت ۱۲۰

۵۲۔ فن طب میں ایک تصنیف ۱۲۰

۵۳۔ شاعرانہ ذوق وادبیات ۱۲۰

۵۴۔ تصنیفات ۱۲۱

۵۵۔ مفتی محمد قلی صاحب سے مراسلات ۱۳۰

۵۶۔ مخالفین کا عناد ۱۳۰

۵۷۔ واقعۂ قتل ۱۳۰

۵۸۔ ایک خواب ۱۳۱

۵۹۔ مرقدِ مطہر ۱۳۲

٦٠۔ شہید خامسؒ (حالات وخدمات) ۱۳۳

آیت اللہ سیّد محمد باقر الصدرؒ

٦۱۔ مختصر تعارف ۱۳۴

٦۲۔ ابتدائی تربیت ۱۳۵

٦۳۔ پہلی تحقیقی کتاب ۱۳۵

٦۴۔ حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں آمد ۱۳٦

٦۵۔ اتحاد بین المسلمین ۱۳۷

٦٦۔ شہادت ۱۳۷

٦۷۔ تصنیفاتِ شہیدِ خامسؒ ۱۳۸

حرفِ حق

میرے کرم فرما ممتاز ادیب و خطیب علامہ سید ضمیر اختر نقوی صاحب نے جن بے نیازانِ دنیا اور نیازمندان حق کا تذکرہ پیش کیا ہے ان کے زہد، تقشف، استغراق، استہلاک باطنی، انقطاع حقیقی، کمال مرتبہ، عرفان و محبتِ الٰہی، اعمال صالحہ وحقہ اور ترک ماسوی اللہ ہر دوست و دشمن پر روز روشن کی طرح واضح تھا۔ ان حضرات کے وصال کو کافی عرصہ گزر گیا لیکن جملہ عشاق حق کی طرح ان کے ذکر میں آج بھی یہ تاثیر نہیں معلوم ان کی پاک سیرت اور پاک صحبت کی گہرائی اور دلربائی کا کیا حال ہوگا۔

ہرگز نہ مرود آنکہ دلش زندہ شر بہ عشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

تجربہ شاہد ہے کہ بزرگان دین کی حکایات و روایت بھی ایک خاص نور رہوتا ہے جو سننے والے پر کسی درجے میں وہی اثر ڈالتا ہے جوان بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ بزرگان دین نے ایسی حکایات اور روایات کے جمع کرنے اور شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ زیرنظر کتاب اسی مقصد کے لئے لکھی گئی۔ صحبت ایسی قوی التاثیر اور سریع الاثر شے ہے کہ ذرا سی دیر میں آدمی کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتی ہے۔ کیوں نہ ہو، صحبت تو وہ چیز ہے کہ روحانیت سے گزر کر مادیات تک میں اپنا اثر دکھلاتی ہے۔

چنانچہ سعدی فرماتے ہیں:

گلے خوشبوئے در حمام روزے　　رسید از دست محبوبے بدستم

بد و گفتم کہ مشکے یا صبیری ‌ ‌ ‌ ‌ کہ از بوئے دلآ ویز تو مستم
بگفتا من عملے ناچیز بودم ‌ ‌ ولکین مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کود ‌ ‌ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت رسول خداؐ اوران کے بعد حضرات آئمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ اجمعین نے اس راز کوخوب سمجھا اور مستفیدین وطالبین کی اصلاح کے لئے صحبت نیک کوضروری قرار دیا ہے اور مختلف عنوان سے اس کی اہمیت کوموکد کیا ہے۔

حضرت صادق آل محمد امام جعفر ابن محمد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''جب خدا کسی بندے سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کوعلم دین عطا کرتا ہے''

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''عالموں کے ساتھ مزبلوں (کوڑا گھر) پر بیٹھنا بہتر ہے جاہل کے ساتھ مسندوں پر''۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا:

''ایک عالم کی صحبت میں بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے''۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا:

''لوگ اس لئے ہلاک ہوتے ہیں کہ وہ عالم سے سوال نہیں کرتے''۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا:

''علمی صحبت میں بیٹھ کر علمی مذاکرہ کرنے کا ثواب قبولیت نماز کے ثواب کے برابر ہے''۔

اور چونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی ناداری وکم مائگی یا مشاغل کی وجہ سے اس پر قادر نہیں ہے کہ بال بچوں اور روزگار کو چھوڑ کر دور دراز کے سفر کی مشقت اور کرایہ وزادِراہ کے اخراجات کو برداشت کر سکے۔ بلکہ بہت لوگ اپنی بے کسی ناداری یا دور افتادگی یا دوسروں کی ملازمت وتابعداری کی وجہ سے ایسے ناچار ومجبور ہیں کہ گھر اور ملازمت

چھوڑ کر تھوڑا وقت بھی بزرگوں اور اللہ والوں کی صحبت کے لئے نہیں نکال سکتے یا وہ مدت نفع تام کے لئے ناکافی ہوتی ہے اس لئے بزرگانِ ملت نے ایسے لوگوں کے لئے بطور مکافات بزرگوں کی حکایات وملفوظات اور ایسے حضرات جو صحبتِ نیک سے محروم ہیں ان کے لئے ایسی کتابوں کا مطالعہ ہی صحبتِ نیک کا قائم مقام ہے اور مواعظ کا مطالعہ تجویز فرمایا ہے۔ حضرت عارف شیرازی کے یہ اشعار اسی حالت پر محمول ہیں۔

صحبت نیکاں اگر ایک ساعقت — بہتر از صد سالہ زہد و طاعتست
ہر کہ خواہد ، ہمنشینی باخدا — گو نشیند در حضورِ اولیا
یک زمانے صحبت با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگِ خارہ و مرمر دی — چوں بصا حبدل رسی گوہر شوی
صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبتِ طالح ترا طالح کند

علمائے کرام نے اپنی علمی کتابوں میں اور شعرائے عظام نے پاکیزہ صحبت کو علم کا جزو اعظم قرار دیا اور حدیثوں میں اس کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

مقام امن و مئے بے غش و رفیق وشفیق — گرت مدام میسر شود زہے توفیق

چنانچہ زمانہ سلف سے یہ معمول جاری ہے کہ بزرگوں کی حکایات وطفوظات اور حالات کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا جاتا ہے جیسا کہ کتاب قصص الانبیا، روض الریاحین، تذکرۃ الاولیاء، حکایات الصالحین، سب اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں اور ہمیشہ حضرات مشائخ طالبین کو ان کے مطالعے کی ترغیب وتاکید فرماتے رہے ہیں۔

چونکہ یہ طبعی امر ہے کہ جن بزرگوں سے انسان کو خاندانی انتساب اور محبت ہوتی ہے ان کی حکایات وحالات سے خاص انس اور ان کے اعمال واقوال کے اتباع کی جانب خاص کشش ہوتی ہے۔

لیکن اب تک کسی ادارے نے ایسی کتابیں شائع نہیں کیں کہ جن کتابوں میں علامہ یعقوب کلینیؒ، علامہ شیخ صدوقؒ، علامہ سید رضیؒ، علامہ شیخ مفیدؒ، علامہ ابن شہر آشوبؒ، علامہ محقق طوسیؒ، علامہ حلیؒ، علامہ شہید اولؒ، علامہ شہید ثانیؒ، علامہ شہید ثالثؒ، علامہ باقر مجلسیؒ، مولوی غفران مآبؒ، آقائے محسن الحکیمؒ، آقائے بروجردیؒ، آقائے خمینیؒ، آقائے خوئیؒ کے تفصیلی حالاتِ زندگی تحریر ہوتے۔ مکتبہ زید شہید نے یہ عزم کیا ہے کہ انشاء اللہ ان تمام علمائے کرام پر تفصیلی کتابیں شائع کی جائیں۔ اسی سلسلے میں قاضی نور اللہ شوستری اور آیت اللہ خوئیؒ پر کتابیں چھپ چکی ہیں اور اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ کتاب ہے۔ یعنی شہیدانِ علمائے حق (شہدائے اربع) شہید اوّلؒ، شہید ثانیؒ، شہید ثالثؒ، شہید رابعؒ کے حالاتِ زندگی، علمی ادبی خدمات اور وجہ شہادت کے موضوع پر ملک کے ممتاز ادیب وخطیب علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی نے روشنی ڈالی ہے۔ شہیدوں کی فضیلت قرآن کی آیت میں مذکور ہے۔

''جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کی حقیقت کا کچھ بھی شعور نہیں رکھتے'' (سورہ البقرہ آیت ۱۵۴)

''جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہو گئے انہیں ہرگز مرا نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ جیتے ہیں اپنے پروردگار کے یہاں سے طرح طرح کی روزی پاتے ہیں''۔

(سورہ آلِ عمران آیت ۱۷)

اسلام نے جہاد میں قتل ہونے والوں کو شہید کا رتبہ دیا ہے اور معصومینؑ نے جہاد کی تین قسمیں بیان کی ہیں، جہاد بالسیف، جہاد باللسان، جہاد بالقلم، علمائے حق تا حیات جہاد بالقلم کرتے رہے۔ جہاد بالقلم کے شہیدوں میں پہلی شہادت شہید اوّل کی ہوئی اور اسی راہ میں شہید ثانیؒ، شہید ثالثؒ اور شہید رابعؒ شہید کئے گئے۔ ان شہداء کے

کارنامے بھی عظیم ہیں اور شہادت بھی عظیم ہے اس لئے ان کو ان القابات سے پکارا جاتا ہے ورنہ اور شہداء کی بھی شہادت ہوئی ہے۔ان علمائے حق کے اسمائے گرامی کی فہرست آخر میں شامل کر دی گئی ہے ان کے حالاتِ زندگی پر الگ کتاب ترتیب دی جارہی ہے۔انشاءاللہ جلد ہی شائع کی جائے گی۔

جاں نثاروں نے ترے کر دیئے جنگل آباد
خاک اڑتی تھی شہیدان وفا سے پہلے (نجم آفندی)

خاکپائے غلامانِ محمدؐ وآل محمدؐ
سید علی رضوی

ابتدائیہ

بعد ادائے شکر خالق کون و مکان و درود حضرت رسولؐ دو جہاں وآل اطہار نبیؐ آخرالزماں یہ بات سب پر آشکار ہے کہ باطل ہر دور میں حق سے برسرِ پیکار رہا ہے اور مذہب حق کے افراد پر جو مظالم ہوئے ہیں اور جس بے دردی سے ہر دور کے ظالم حکمرانوں نے شیعہ افراد پر جو ظلم وستم کئے ہیں وہ ہر دردمند دل کو خون کے آنسو رلاتے رہیں گے۔ خصوصاً دورِ بنی امیہ اور بنی عباس میں تو مظالم کی انتہا ہوگئی تھی۔ چونکہ چوتھی صدی ہجری کے ابتدائی دور میں امام عصرؑ ظاہر بظاہر موجود تھے یا غیبت صغریٰ کا زمانہ تھا اس لئے اس دور کے شہداء کو اگر شمار میں نہ لایا جائے تو پھر بھی ان کی ایک طویل فہرست ہو جاتی ہے۔ جن میں سے چند مشہور ہوئے جو آج بھی شہداء اربعہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان چار شہداء میں سے دو یعنی شہیدِ اولؒ اور شہیدِ ثانیؒ سرزمین روم پر شہید کئے گئے اور باقی دو شہیدِ ثالثؒ اور شہیدِ رابعؒ کے مزار ہندوستان میں ہیں۔

ہندوستان میں شہیدِ ثالثؒ اور شہیدِ رابعؒ کے علامہ اور بھی بہت سے علماء و مومنین درجہ شہادت پر فائز ہوئے ہیں جن میں شیخ جلیل ملا احمدؒ، جو اکبر کے دورِ حکومت میں لاہور میں ۹۹۷ ہجری میں شہید کئے گئے اور فاضل جلیل ابوالفضل جو یکم ربیع الاول ۱۰۱۱ ہجری میں شہید راہِ حق ہوئے۔

شہداء کے موضوع پر جناب علامہ عبدالحسین امینی تبریزی اعلی اللہ مقامہ نے ایک مستقل کتاب تحریر کی ہے جو شہداء الفضیلۃ کے نام سے مطبع غری نجف اشرف میں

۱۳۵۵ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ اس میں دنیائے شیعت کے ایک سو چھتیس (۱۳۶) ایسے افراد کے حالات تحریر ہیں جو شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہ سب شہداء لباس فضل و شرف سے آراستہ تھے۔ تاج کمال زیب سر کئے ہوئے، زیور علم و زہد و تقویٰ سے مزین تھے۔

اگر کتب رجال و تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو اور بھی بہت سے ایسے افراد ملیں گے جو جرم شیعت میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی جسے علامہ امینی نے اپنی کتاب ''شہداء الفضیلہ'' میں تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جناب علامہ امینی نے صرف عالم شہداء راہِ حق کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

❁❁❁

شہدائے ایمان

تاریخ اسلام کا ایک معمولی طالب علم بھی ہمارے ساتھ اس نظریہ سے اتفاق کرے گا کہ اسلام کی حفاظت اور نشر و اشاعت میں جہاں رسولؐ اور اہل بیتِ رسولؐ نے ہر قسم کی قربانیاں دی ہیں وہاں ان کے نام لیواؤں نے بھی اپنی جانیں تک نثار کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ تاریخ الاسلام کے اوراق گواہ ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنی زبانیں گدیوں سے کھنچوائیں، اپنے ہاتھ قلم کروائے، اپنی گردنیں نثار کیں، اپنے خون سے دیواریں بنوائیں اور دیواروں میں زندہ چن جانا قبول کیا اور وہ قربانیاں دیں کہ جن کے تصور سے آج ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن تبلیغ دین سے منہ نہ موڑا۔

محققِ اعظم حضرت علامہ امینی دام ظلہ کی تالیف ''شہداء الفضیلۃ'' میں جن شہید علمائے عظام کا ذکر ہے ان کے اسمائے گرامی کی مکمل فہرست اگلے صفحات پر درج ہے، ان علماء کے حالات پر ایک مکمل کتاب کی ضرورت ہے۔

۱۔ حضرت السید الامام ابو محمد الحسن الناصر الکبیر

۲۔ حضرت شیخ المحدثین ابوالحسن علی الکلینی

۳۔ حضرت علامہ شیخ حسن الظاکی

۴۔ حضرت حافظ بدیع الزماں

۵۔ حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ

۶۔ حضرت ابن ہانی اندلسی

۷۔ حضرت ابوفراس الحمدانی

۸۔ حضرت ابوالحسن علی بن فرات

۹۔ حضرت ابوالحسن التہامی

۱۰۔ حضرت ثابت بن اسلم

۱۱۔ حضرت شیخ عبدالکریم قزوینی

۱۲۔ حضرت ابوالحسن احمد کندی

۱۳۔ حضرت حسن بن مفضل رامہرمزی

۱۴۔ حضرت ابوالمحاسن

۱۵۔ حضرت محمد بن حسن مقتال

۱۶۔ حضرت حسین بن خطیب راوندی

۱۷۔ حضرت حسین بن علی طغرائی

۱۸۔ حضرت الامیر کیکاؤس طبری

۱۹۔ حضرت امین الاسلام طبری

۲۰۔ حضرت مجدالدین الحسین

۲۱۔ حضرت ابوالقاسم یحییٰ

۲۲۔ حضرت حسن بن عبدالکریم القزوینی

۲۳۔ حضرت الشیخ خلیفہ

۲۴۔ حضرت الشیخ محسن بن عبدالکریم

۲۵۔ حضرت شیخ زین الدین

٢٦۔ ابوالحسین الغانی

٢٧۔ جمال الدین الہمدانی

٢٨۔ حضرت طلائی بن زریک

٢٩۔ حضرت شہاب الدین میکالی

٣٠۔ حضرت محمد بن یوسف المکی

٣١۔ حضرت شیخ صفی بن محاسن

٣٢۔ حضرت کمال الدین اصفہانی

٣٣۔ حضرت تاج الدین آدی

٣٤۔ حضرت جمال الدین محمد

٣٥۔ حضرت بدرالدین نقیب الاشرف

٣٦۔ حضرت الشیخ حسن بن محمد الکاکینی

٣٧۔ حضرت تاج الدین نصر بن صادق

٣٨۔ حضرت جلال الدین باغی

٣٩۔ حضرت غیاث الدین باغی

٤٠۔ حضرت حسن بن معیہ

٤١۔ حضرت السید شاہ فضل

٤٢۔ حضرت محمود بن ابراہیم شیرازی

٤٣۔ حضرت محمد بن مکی

٤٤۔ حضرت علی بن ابی الفضل الحلبی

٤٥۔ حضرت عماد الدین شیرازی

۴۶۔ حضرت محمد الشیرازی

۴۷۔ حضرت السید عبد الباقی

۴۸۔ حضرت محمد طالب

۴۹۔ حضرت غیاث الدین

۵۰۔ حضرت السید شریف بن تاج الدین

۵۱۔ حضرت علامہ علی کرکی

۵۲۔ حضرت عماد الدین طوسی

۵۳۔ حضرت فاضل خان میرزا

۵۴۔ حضرت المولیٰ بنائی

۵۵۔ حضرت سید عبد الوہاب

۵۶۔ حضرت احمد بن نصر اللہ سندی

۵۷۔ حضرت ابوالحسن الضراہانی

۵۸۔ حضرت زین الدین الشہید الثانی

۵۹۔ حضرت قاضی جہاں قزوینی

۶۰۔ حضرت عز الدین

۶۱۔ حضرت فضل اللہ الخراسانی

۶۲۔ حضرت شہاب الدین الخراسانی

۶۳۔ حضرت ملا احمد الہندی

۶۴۔ حضرت قاضی نور اللہ شوستری

۶۵۔ حضرت زین العابدین کاشی

۶۶۔ حضرت السید محمد مومن

۶۷۔ حضرت سلطان حسین

۶۸۔ حضرت الشیخ حسین تنکابنی

۶۹۔ حضرت الشیخ ابوالفضل

۷۰۔ حضرت الشیخ علی الحر

۷۱۔ حضرت ابوالفتح الحائری

۷۲۔ حضرت میرزا مہدی الشیرازی

۷۳۔ حضرت میرزا ابراہیم خوزانی

۷۴۔ حضرت محمد باقر خاتون آبادی

۷۵۔ حضرت محمد رضی قزوینی

۷۶۔ حضرت علامہ السید محمد

۷۷۔ حضرت الفقیہہ علی

۷۸۔ حضرت علی اکبر طالقانی

۷۹۔ حضرت میرزا ہاشم ہمدانی

۸۰۔ حضرت زکی کرمانشاہی

۸۱۔ حضرت محمد علی الشیرازی

۸۲۔ حضرت محمد مہدی ماژندرانی

۸۳۔ حضرت آقا حسین خاتون آبادی

۸۴۔ حضرت شیخ محمد ہلادی

۸۵۔ حضرت علی زنجانی

۸۶۔ حضرت آقا محمد رضا شیرازی

۸۷۔ حضرت محمد حسین

۸۸۔ حضرت شیخ صادق بغدادی

۸۹۔ حضرت میر محمد ہاشم شاہ

۹۰۔ حضرت شیخ یوسف حصری

۹۱۔ حضرت السید ہیبت اللہ

۹۲۔ حضرت سید احمد مقدس

۹۳۔ حضرت سید محمد عاملی

۹۴۔ حضرت زین عاملی

۹۵۔ حضرت صالح العیلی

۹۶۔ حضرت محمد مہدی اصفہانی

۹۷۔ حضرت عبد الصمد ہمدانی

۹۸۔ حضرت شیخ حسین آل عصفور

۹۹۔ حضرت میرزا محمد دہلوی

۱۰۰۔ حضرت سید محمد علی آقا مجتہد

۱۰۱۔ حضرت سید علی عاملی

۱۰۲۔ حضرت محمد تقی برغانی

۱۰۳۔ حضرت غلام رضا بیر بندی

۱۰۴۔ محمد حسین الاعسم

۱۰۵۔ حضرت رضا استر آبادی

۱۰۶۔ حضرت السید حسین البہبہانی

۱۰۷۔ حضرت شیخ ابراہیم عاملی

۱۰۸۔ حضرت محمد علی قندہاری

۱۰۹۔ حضرت السید علی تقی

۱۱۰۔ حضرت محمد تقی ہمدانی

۱۱۱۔ حضرت الشیخ علی بحرینی

۱۱۲۔ حضرت میرزا ابراہیم خوی

۱۱۳۔ حضرت جلیل تبریزی

۱۱۴۔ حضرت محمد باقر الشیرازی

۱۱۵۔ حضرت فضل اللہ نوری

۱۱۶۔ حضرت الشیخ علی احسائی

۱۱۷۔ حضرت شیخ حسن زنجانی

۱۱۸۔ حضرت آقا میر رشتی

۱۱۹۔ حضرت شیخ علی رشتی

۱۲۰۔ سید عبداللہ بہبہانی

۱۲۱۔ حضرت میرزا محمود امینی

۱۲۲۔ حضرت میرزا احسن سبزواری

۱۲۳۔ حضرت السید محمد خلخالی

۱۲۴۔ حضرت الشیخ محمود بروجردی

۱۲۵۔ حضرت الشیخ حسن بہبودی

۱۲۶۔ حضرت ابوتراب بحرینی

۱۲۷۔ حضرت عبدالغنی بادکوبی

۱۲۸۔ حضرت السید محمد

۱۲۹۔ حضرت الشیخ حنیفہ

۱۳۰۔ حضرت میرزا عبدالکریم تبریزی

۱۳۱۔ حضرت السید مرتضیٰ ذوالشرفین

۱۳۲۔ حضرت مجدالدین بن الصاحب

۱۳۳۔ حضرت محمد بن ابی العباس

۱۳۴۔ حضرت الشیخ محمد شیخ کرک نوح

۱۳۵۔ حضرت حسن بن محمد بن ابی بکر

۱۳۶۔ حضرت علی بن ابی الفضل

۱۳۷۔ حضرت حضرت السید محمد مکونہ

۱۳۸۔ حضرت عادل لاری

۱۳۹۔ حضرت ابواحمد محمد بن عبدالنبی

۱۴۰۔ حضرت الشیخ محمد رضا الفومردی

۱۴۱۔ فریدوں بن جلال شیرازی

۱۴۲۔ حضرت محمود بروجردی

۱۴۳۔ حضرت عبداللہ بن حسین

۱۴۴۔ حضرت محسن بن شیخ عبداللہ

۱۴۵۔ عبداللہ بن اسماعیل

۱۴۶۔ حضرت الشیخ علی الشیرازی

عشرۂ مجالس بعنوان

احسان اور ایمان

تقاریر

قبلہ علّامہ ضمیر اختر نقوی

عشرۂ چہلم..۱۹۹۷ء

بمقام

امام بارگاہِ جامعۂ سبطین، گلشن اقبال، کراچی

حالات وخدمات

شہیدِ اوّل

علامہ شیخ شمس الدینؒ

مختصر تعارف

نام	:	شیخ شمس الدین
لقب	:	شہیدِ اوّل
شجرہ	:	شیخ شمس الدین بن محمد بن مکی بن محمد بن حامد عاملی
ولادت	:	۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء
تصنیف	:	اللمعۃ الدمشقیہ
شہادت	:	۹ جمادی الاوّل ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء بروز جمعرات
مقامِ شہادت	:	دمشق (شام)
سن مبارک	:	۵۲ برس

شہیدِ اوّل

علامہ شیخ شمس الدینؒ

آپ کا اسم مبارک شمس الدین محمد بن مکی بن محمد بن حامد عاملی ہے اور آٹھویں صدی ہجری کے مایۂ ناز و شہرۂ آفاق شیعہ علماء میں شامل تھے اور ایک ہزار فقہا کے اجازات آپ کے پاس موجود تھے۔ آپ قریہ جزین جبل عامل کے رہنے والے تھے اور تحصیل کمالات علمیہ کے بعد مزید تکمیل کے لئے عراق آئے اور علامہ حلی کے تلامذہ سے تقریباً سات ماہ تک تحصیل علم کرتے رہے۔ صاحب شہداء الفضیلہ صفحہ بیاسی پر تحریر فرماتے ہیں کہ شہیدِ اول ۷۳۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ جمادی الاول ۷۸۶ھ بروز جمعرات چاشت قبل زوال آفتاب کے شہید ہوئے۔ مزید حالات تحریر کرتے ہوئے صفحہ چھیاسی پر تحریر فرماتے ہیں کہ شہیدِ اول نے ابن خازن کو جو اجازہ تحریر فرمایا ہے اس میں تحریر ہے کہ میں نے مکہ و مدینہ دار السلام بغداد و مصر و دمشق و بیت المقدس کے چالیس علماء اہل سنت سے ان کے مصنفات و مرویات کے روایات کا اجازہ حاصل کیا ہے۔

تحصیل علم کے لئے محنت:

جس زمانے میں آپ کتاب ''جامی'' پڑھ رہے تھے محنت کا یہ عالم تھا کہ شب کو مطالعہ کرتے وقت تانبے کا ایک پیالہ آگ کے قریب رکھ لیتے تھے جب نیند آنے لگتی تو اس گرم پیالے کو سر پر رکھ لیا کرتے تھے جس سے سر کو تکلیف محسوس ہوتی تھی اور نیند اُڑ

جایا کرتی تھی ۔ اکثر گرم پیالہ سر پر رکھنے سے سر کے بال اُڑ گئے تھے اور دوبارہ نہیں جمے۔

کمالات و کرامات:

صاحب قصص العلماء نے صفحہ ۱۲۷ پر کمالات و کرامات شہیدِ اولؒ میں حسب ذیل باتیں تحریر کیں ہیں۔

۱۔ ایک ہزار فقہاء کرام مشہور و معارف سے اجازات حاصل کئے۔

۲۔ کتاب ''لمعہ'' کو قلعہ دمشق میں قید کے دوران صرف ایک ہفتے میں تصنیف کیا جہاں کتاب ''مختصر النافع'' کے علاوہ اور کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔

کل ابواب فقہ کو صرف ایک ہفتہ میں تحریر کرنا جلیل ترین کمالات میں شامل ہے۔

۳۔ صاحب امل تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص قتل کے لئے قید کیا جائے اور ہفتہ بھر میں ''لمعہ'' جیسی جلیل القدر کتاب لکھے جو نہایت متین مہذب اور بہترین ہے یہ دلیلِ کمال و جلالت مصنف ہے۔

۴۔ علماء نے تحریر کیا ہے کہ زمانہ قید میں روزانہ ہی علماء اہل سنت حاضر ہوا کرتے تھے لیکن جس دن سے ''لمعہ'' کی تصنیف شروع کی اس دن سے تصنیف کے آخر دن تک کوئی سنی عالم دین حاضر خدمت نہیں ہوا کہ جس سے یہ راز ان پر منکشف ہوتا۔

۵۔ جب آپ کو شہید کرنے کے لئے لے جا رہے تھے تو آپ نے راستے میں ایک رقعہ آسمان کی طرف پھینکا جس پر (رَبِّ اِنِّی مَغْلُوبٌ فانتصر) ''پالنے والے مجھ پر دشمنوں نے غلبہ پالیا ہے تو میری امداد کر'' تو فوراً جواب (ملا کنت عبدی فاصطبر) ''اگر تم میرے بندے ہو تو صبر کرو''۔ یہ واضح تحریر کر کے صاحب کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ اسے میں نے لوگوں سے سنا ہے کہیں لکھا ہوا نہیں دیکھا۔

اسبابِ شہادت:

شہیدِ ثالث قاضی نور اللہ شوستریؒ اپنی کتاب ''مجالس المومنین'' میں شہیدِ اول کے حالات تحریر کرتے ہیں کہ قاضی دمشق ابن جماعت جو ایام جوانی میں شہید اول کا ہم درس بھی تھا اس نے جب دیکھا کہ اس زمانے کے مشاہیر علماء، حنفی، مالکی، حنبلی وشافعی و شیعہ سب آپ سے استفادہ علوم کرتے ہیں تو سعی و کوششیں کیں کہ دمشق کا منصب قضاء اس کے سپرد ہو جائے چنانچہ وہ قاضیٔ دمشق ہو گیا لیکن پھر بھی اہل علم جناب شہید اول ہی کے درس میں آتے تھے اور وہ لوگ جناب شہید پر ہی اعتماد و اعتبار کرتے تھے۔ چنانچہ ابن جماعت نے رشک وحسد کے سبب آپ پر رفض وشیعت کا الزام لگایا اور آپ کے قتل کا فرمان والیٔ شام سے جس کا نام بیور تھا حاصل کیا۔

جس دن جناب شہید اولؒ کو قتل کے لئے لائے اور جلاد قتل پر آمادہ ہوا تو ابن جماعت نے آپ کے ہم درس ہونے کے واقعات کو یاد کر کے رونا شروع کیا۔ شہید اولؒ نے جب اس کی ریاکاری کے گریہ کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ تیری ماں نے تیرا نام ابن جماعت غلط نہیں رکھا۔

جناب شہید اولؒ کو جمعرات کو بوقت چاشت ۹ جمادی الاول ۷۸۶ء کو مقام ''رحبہ'' قلعہ دمشق میں شہید کیا گیا اور قلعہ کے دروازے پر آپ کی لاش کو لٹکایا گیا اور اسی دن عصر کے وقت لاش جلادی گئی۔

صاحب شہداء الفضیلہ نے صفحہ ۸۳ پر روضات الجنات سے شہید اولؒ کے فرزند ارجمند کی تحریر نقل کی ہے جسے انہوں نے ابن خازن حائری کے اس اجازہ پر تحریر فرمایا تھا جس کو شہیدِ اولؒ نے اپنے قلم سے تحریر کیا تھا کہ اسی خط کے کاتب میرے والد ماجد شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مکی شہادت کے بعد آگ سے ۹ جمادی الاول ۷۸۶ء

ہجری کو مقامِ ''رحبہ'' قلعہ دمشق میں جلا دیئے گئے۔

صاحب کتاب ''اللولوہ'' تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو تلوار سے قتل کے بعد سولی دی گئی اور لاش جلا دی گئی۔ شہر دمشق میں برفوق کے زمانے سلطنت میں شہید کئے گئے۔ آپ کے قتل کا فتویٰ برہان الدین مالکی اور عباد بن جماعت شافعی نے دیا تھا۔

اولادِ شہید اوّلؒ:

آپ کی اولاد امجاد اداب بھی ''جبل عامل'' میں موجود ہے جس میں اس زمانے کے نامور و شہرۂ آفاق علماء موجود ہیں۔

صاحب قصص العلماء نے صفحہ ۱۳۱ پر شہید کے تلامذہ میں ان کے دو بیٹوں کا تذکرہ کیا ہے کہ جن کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ ابوالحسن ضیاء الدین

۲۔ ابوطالب محمد

شہیدِ اول کی دو بیٹیاں بھی صاحب علم وفضل و زہد و ورع تھیں اور فقیہ اور صاحب اجازہ تھیں۔ ان میں سے ایک مکہ معظّمہ کے متعلق صاحب قصص العلماء صفحہ ۱۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہ تھا اور لوگ انہیں ''سیدۃ المشائخ'' کہتے تھے۔ وہ عالمہ و فاضلہ و فقیہ و عابدہ تھیں۔ خود ان کے والد ماجد ان کی حمد و ثناء کرتے تھے اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ ان کی اقتداء کریں اور احکام میں ان کی طرف رجوع کریں۔ ظاہر ہے جس بیٹی کی شہیدِ اول ایسے صاحب کمال باپ اور ام علی جیسی فاضلہ و پرہیز گار و فقیہہ و عابدہ ماں کی آغوش میں تربیت ہوئی ہو اسے ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔

شہیدِ اوّل کی خدمات علمیہ:

شہیدِ اول صاحب تصنیف و تالیف تھے اور ان کی تصنیفات کو علماء بڑی عظمت کی

نگاہ سے دیکھتے ہیں۔جن میں سے کتاب ''لمعہ'' کو صرف ایک ہفتے میں قید خانے میں تحریر فرمایا تھا۔صاحب شہداء الفضیلہ نے موصوف کے چودہ تصنیفات کے اسماء تحریر کئے ہیں جن میں سے اکثر فقہ میں سے ہیں اور بعض اصول فقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کی مشور تصنیفات کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔سب سے پہلے آپ کی سب سے پہلی تصنیف تحریر ہے۔

۱۔ غایۃ المراوانی شرح نکت الارشاد۔

۲۔ذکریٰ صرف کتاب الطہارت اور صلوٰۃ تحریر فرما سکے۔

۳۔الدروس الشرعیہ فی فقہہ الامامیہ، یہ کتاب تمام نہیں ہوسکی۔

۴۔کتاب جامع العین من فوائد الشرحین، اس کتاب میں شرح تہذیب الاصول سید عمید الدین اور سید ضیاء الدین کے فوائد کو جمع کیا ہے۔

۵۔ رسالۃ الباقیات الصالحات، یہ کتاب فن تفسیر سے متعلق ہے۔

۶۔ کتاب للمعہ الدمشقیہ۔

۷۔ کتاب الاربعین حدیثا۔

۸۔رسالۃ الالفیہ فی فقہ الصلوٰۃ الیومیہ۔

۹۔رسالہ النفلیہ۔

۱۰۔رسالہ فی قصر من مسافر القصد الافطار والتفسیر۔

۱۱۔خلاصۃ الاعتبار فی الحج والاعتماد۔

۱۲۔رسالۃ التکلیف۔

۱۳۔کتاب المزار۔

۱۴۔کتاب القواعد

عشرۂ مجالس

امام اور اُمّت

عشرۂ چہلم ۱۲ صفر المظفّر تا ۲۱ صفر المظفّر ۱۴۰۸ھ

بمطابق ۶/ اکتوبر تا ۱۵/ اکتوبر ۱۹۸۷ء

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

حالات وخدمات

شہیدِ ثانی

علامہ شیخ زین الدینؒ

مختصر تعارف

نام : شیخ زین الدین

لقب : شہیدِ ثانیؒ

شجرہ : شیخ زین الدین بن شیخ نور الدین علی بن احمد بن محمد
بن جمال الدین بن صالح

ولادت : ۱۳ شوال ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء

تصنیف : الرَّوضۃ البھیۃ فی شرح اللّمعۃ الدّمشقیۃ

شہادت : ۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء

سن مبارک: ۵۴ برس

مدفن : ترکی

شہیدِ ثانی

شیخ زین الدینؒ

آپ کا اسمِ مبارک شیخ زین الدین بن شیخ نور الدین علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن صالح ہے اور ابن حجت کے نام سے معروف اور شہیدِ ثانی کے لقب سے ملقب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بروز منگل ۱۳ شوال ۹۱۱ ھ میں ہوئی۔ ابتدائی درسیات اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ جب ۹۲۳ ھ میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو ایک عرصے تک تحصیل علم کے لئے مقام لیس میں مقیم رہے۔ وہاں سے ۹۳۴ ھ میں آپ مقام کرک نوح تشریف لے گئے اور ۹۳۵ ھ میں قریہ جبع تشریف لائے۔ ۹۳۷ ھ میں تحصیل کمالات کے لئے دمشق کا سفر کیا۔ ایک سال بعد ۹۳۸ ھ میں پھر قریہ جبع پلٹ آئے اور وہیں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ ۹۴۲ ھ میں مصر کا سفر کیا اور پھر ۹۴۴ ھ میں جبع واپس آگئے اور ۹۴۸ ھ میں بیت المقدس کا سفر کیا اور پھر ۹۴۹ ھ اس کے اطراف و جوانب کا سفر کرتے رہے اور مقام عاملہ واپس آگئے۔ (شہداء الفضیلہ صفحہ ۱۳۲)

جناب شہید ثانی کے یہ تمام اسفار تحصیل کمالات علمیہ کیلئے ہوتے تھے۔ اس اثناء میں اکابر علماء فریقین سے تحصیل کمالات کرتے رہے اور علومِ صرف ونحو ومنطق وہیئت و ہندسہ وحساب وقرأت وحدیث وتفسیر وفقہ ودیگر فنون کی تکمیل کرتے رہے۔ خوف طول

ہے ورنہ اساتذہ کے اسمائے گرامی بھی تحریر کئے جاتے۔ شہید ثانی نے فقہ وحدیث وتفسیر مذاہب خمسہ یعنی حنفی، حنبلی، مالکی، شافعی واثناء عشری میں دستگاہ کامل حاصل کی تھی۔

صاحب قصص العلماء نے شہید ثانی کے تلمیذِ رشید جناب محمد بن علی بن حسن عاملی سے نقل کیا ہے۔ جنہوں نے ایک مستقل کتاب اپنے استاد کے حالات میں تحریر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ جامع مفاخر ومحاسن تھے۔ سردارِ امت ومبداء ومنتہاء فضائل ومحامد تھے۔ زندگی کا کوئی حصہ بھی سوائے کمالات ومحامد سے کسی اور میں صرف نہیں فرماتے تھے۔

اشغالِ علمیہ:

شب وروز کے اوقات اپنے اشغال علمیہ وعبادت وغیرہ کے لئے تقسیم فرمایا تھا۔ آپ کے تلمیذِ رشید محمد بن علی نے تمام اوقات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جو تصنیف و تالیف ومطالعۂ کتب وعبادت میں سعی وکوششیں اپنے احوال کے لئے انتظام معاش، محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا وقت ایسے اہم امور پر منقسم تھے۔ مہمانوں سے نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے ملاقات کرتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ رات کے وقت لکڑی جمع کر کے عیال کیلئے لاتے تھے نماز صبح مسجد میں ادا کرتے تھے دن کا باقی حصہ میں تشنگان علوم کو درس دیا کرتے تھے۔ نماز عشاء جماعت سے ادا کرتے تھے اس کے بعد اپنے انگور کے باغ میں جاتے تھے اور اس کی اصلاح ودرستی وحفاظت میں مشغول رہتے تھے اور وقت نماز صبح مسجد پہنچ جاتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد ہی سلسلہ درس شروع ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ جناب شہید ثانی ادب، فقہ وتفسیر وحدیث ومنطق وہیئت وہندسہ وحساب ودیگر علوم میں حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ (قصص العلماء صفحہ ۳۳)

کراماتِ شہیدِ ثانیؒ :

صاحب شہداء الفضیلہ تحریر فرماتے ہیں کہ سید بدرالدین بن حسن بن شرقم مدنی نے علامہ شیخ حسین بن عبد الصمد ولد علامہ بہائی سے ایک سوال کیا کہ:

سوال: جناب کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے جو شہید ثانیؒ سے نقل کی گئی ہے کہ جناب کے ساتھ موصوف مقام اصطبل کی طرف سے گزرے تو فرمایا کہ اس مقام پر ایک شخص قتل کیا جائے گا جس کی بڑی منزلت ہوگی یا اسی کے مانند کچھ ارشاد فرمایا۔ جناب شہید اس کے بعد اسی مقام پر شہید کئے گئے ظاہر ہے کہ بلاشبہ یہ شہید کے کرامات میں داخل ہے۔

جواب: علامہ شیخ حسین نے فرمایا۔ ہاں جناب شہید ثانیؒ نے یہ فرمایا تھا اور خطاب مجھ سے تھا اس کے بعد مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اسی جگہ شہید ہوئے اسی قسم کی ایک اور پیش گوئی علامہ بہائی نے اپنے والد ماجد سے نقل کی ہے اور اپنے بعض مولفات میں تحریر فرمائی ہے۔

اسبابِ شہادت:

اسبابِ شہادت کے بارے میں صاحب امل الامل تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے اور بعض نے یہ قطعی حکم دیا ہے دو اشخاص نے آپ کے سامنے ایک مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے اس میں ایک کے موافق حکم صادر کیا۔ دوسرا غضب ناک ہوا اور قاضی صیدا سے آ کر شکایت کی کہ جناب شہید ثانیؒ اس زمانے میں ''شرح لمعہ'' کی تصنیف میں مشغول تھے اور غالباً روزانہ اس کا ایک جز تحریر کرتے تھے۔ ''شرح لمعہ'' کے اصل نسخے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے چھ ماہ چھ دن میں تحریر فرمایا

تھا۔ قاضی نے آپ کی تلاش کے لئے قریہ جبع میں ایک شخص کو روانہ کیا۔ آپ اس زمانے میں شہر سے باہر اپنے انگور کے باغ میں تصنیف و تالیف کے لئے گوشۂ تنہائی میں تشریف فرما تھے۔ اس وجہ سے بعض اہل شہر نے کہا کہ وہ ایک عرصے سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ادھر جناب شہید ثانیؒ کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ سفر حج کریں حالانکہ کئی مرتبہ حج کر چکے تھے لیکن اس سفر سے قصد یہ تھا کہ آپ اب روپوش ہو جائیں۔ چنانچہ ایک پردہ دار محمل میں آپ نے سفر کیا۔ ادھر قاضی نے شاہ روم کو تحریر کیا کہ سرزمین شام پر ایک بدعتی مذہب اربعہ سے خارج نمودار ہوا ہے۔ شاہ روم نے شہید ثانیؒ کی تلاش میں ایک شخص کو روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس زندہ لے آؤ تاکہ میں علماء کو اپنے یہاں جمع کروں اور وہ مجھے بتائیں کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ پھر میں اپنے مذہب کے مطابق اس کے بارے میں حکم دوں گا۔ وہ شخص جبع آیا وہاں اسے معلوم ہوا کہ جناب شہید ثانیؒ مکہ معظّمہ گئے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی تلاش میں مکہ روانہ ہوا، راستے میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا میں حج کرلوں پھر جو تو چاہتا ہے کروں گا۔ وہ اس بات پر رضامند ہوگیا۔ جناب شہید ثانیؒ حج سے فارغ ہونے کے بعد اس کے ہمراہ قسطنطنیہ روانہ ہوگئے۔

جب آپ سرزمین روم میں داخل ہوئے تو جلاد کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس نے شہید ثانیؒ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس مرد نے کہا کہ یہ ایک شیعہ عالم ہیں میں انہیں بادشاہ کے دربار میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ یہ بادشاہ سے تمہاری شکایت کرے اور بتائے کہ ہماری خدمت میں اس نے فلاں فلاں کوتاہی کی ہے اور اذیت دی ہے اور پھر بادشاہ کے پاس اس کے حامی و مددگار موجود ہوں اور یہ تیری ہلاکت کا سبب بن جائے اس لئے مناسب رائے یہ ہے

کہ انہیں قتل کر کے بادشاہ کے پاس لے جا۔ چنانچہ اس نے آپ کو سمندر کے کنارے قتل کر دیا۔ جب وہ شخص سر لئے ہوئے بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم زندہ لانا اور تو نے قتل کر دیا۔ ادھر عبدالرحیم عباسی نے بھی اس کے قتل کے لئے کوششیں کیں۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے قتل کر دیا۔

صاحب ''لولوۃ البحرین'' نے واقعاتِ شہادت کو دوسرے عنوان سے تحریر فرمایا ہے لیکن اختصار کے سبب سے اسے ترک کرتے ہیں۔ ۹۶۵ء میں جب شہید ثانیؒ کو شہید کیا گیا تو آپ کی مدت حیات ۵۴ سال تھی۔

آثار علمیہ:

تصنیف و تالیف کے میدان میں شہید ثانیؒ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ مختلف علوم و فنون میں بکثرت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ صاحب امل الامل فرماتے ہیں کہ مجھے بعض معتبر افراد سے معلوم ہوا ہے کہ شہید علیہ الرحمہ نے شہادت کے بعد دو ہزار کتابیں چھوڑی تھیں جن میں اپنے اور دوسروں کے مصنفات شامل تھے۔

صاحب شہداء الفضیلہ نے شہید علیہ الرحمہ کے ۶۷ تصنیفات کے اسماء تحریر فرمائے ہیں جن میں رسالہ دس علوم کے دس مشکل مسائل کے حل بھی شامل ہیں۔

اولاد امجاد:

شہید ثانیؒ کی اولاد پسری و دختری میں بکثرت علماء، ادبا و شعراء گزرے ہیں جن کے حالات کتب رجال میں مرقوم ہیں۔ آپ کی بیٹیوں میں کچھ افراد آل شرف الدین اور کچھ افراد آل خیر کے شامل ہیں جو اس وقت جبل عامل اور سوریا میں آباد ہیں اور اولاد پسری میں آل طاہری ہیں جو اس زمانے میں جبل عامل و سوریا میں رہتے ہیں اور صاحب علم و فضل سمجھے جاتے ہیں۔

عشرۂ مجالس

”عظمتِ صحابہؓ“

۱۹۹۱ء

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

حالات وخدمات

شہیدِ ثالث

قاضی علامہ نور اللہ شوستریؒ

مختصر تعارف

نام : نور اللہ شوستری

لقب : شہیدِ ثالثؒ

شجرہ : چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین سید الساجدین علیہ السلام کی نسل میں آپ ستائیسویں پشت میں تھے

ولادت : ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء بمقام شوستر (ایران)

تصنیف : ''احقاق الحق'' اور ''مجالس المومنین''

شہادت : ۱۸ جمادی آلاخر ۱۰۱۹ھ / ۷ ستمبر ۱۶۱۰ء

سن مبارک : ۵۳ برس

شہیدِ ثالث

علامہ قاضی نور اللہ شوستریؒ

آپ کا نامِ نامی سید علامہ نور اللہ بن سید شریف بن نور اللہ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔ ۹۵۶ء میں ولادت باسعادت ہوئی۔ علماء میں اس جامعیت و کمال و علم و فضل کے کم عالم گزرے ہیں صاحب شہد الفضیلہ فرماتے ہیں۔

کان المترجم من اکابر علماء العهدا الصفوی معاصر الشیخنا البهائی- قد قرونی ستر علی المولی عبد الوحید التتری

سلاطین صفویہ کے بزرگ ترین علمائے دین میں داخل تھے اور علامہ شیخ بہائی کے ہمعصر تھے۔ شوستری میں ملا عبد الوحید شوستری کے شاگرد تھے۔

جناب شہیدؒ کے فرزند ارجمند عطاء الملک بن علامہ نور اللہ نے اپنے خاندان کے علماء کے حالات تحریر فرمائے ہیں جس کا نام محفل فردوس رکھا ہے۔ اس میں اپنے والد ماجد کی سوانح حیات کو بھی تحریر فرمایا ہے۔ ہم مقدمہ صوارم محرقہ سے جس میں شہید کے حالات میں محفل فردوس سے کچھ لیا گیا ہے بعض اقتباسات کو یہاں پیش کرتے ہیں۔

موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت میر نور اللہ مرقدہ ربیع الثانی ۹۷۹ھ میں زیارت

امام رضاؑ اور تحصیل علوم و تکمیل نفس قدسی کے لئے شوستر سے مشہد مقدس روانہ ہوئے۔ یکم ماہِ رمضان المبارک ۹۷۹ھ وارد مشہد مقدس ہوئے اور مطالعہ علوم دینیہ و معارف یقینیہ کے لئے وہیں قیام کا ارادہ فرمایا۔ محقق تجدید علامہ عبدالوحید اور دیگر اعاظم علماء مشہد سے تحصیل علوم و کمالات شروع کیا۔ مسلسل بارہ سال تک وہیں مقیم رہے۔

قاضی صاحب کا شجرہ:

۹۶۵ھ میں قاضی نور اللہ شوستری کا خاندان شہر شوستر (ایران) کے سر برآوردہ مجتہدین کے خاندان میں سے تھا۔ آپ کے آباؤ واجداد اہل تصنیف تھے۔ آپ امام زین العابدین علیہ السلام کی ستائیسویں اولاد میں تھے۔

قاضی نور اللہ شوستری ابن سید محمد شریف ابن نور اللہ اول ابن محمد شاہ ابن مبارز الدین ابن الحسین، ابن نجم الدین محمود ابن احمد ابن الحسین ابن محمد ابن ابوالمفاخر ابن علی ابن احمد ابن ابو طالب ابن ابراہیم ابن یحییٰ ابن الحسین ابن محمد ابن ابوعلی ابن حمزہ ابن علی ابن حمزہ ابن ابوعلی ابن محمد ابن الحسین ابن الحسن ابن حسین الاصغر ابن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام۔

عہدِ اکبری اور شہید ثالثؒ کی آمد:

قاضی سیّد نور اللہ شوستری ۹۹۲ھ میں جب آپ کی عمر صرف ۳۶ سال کی تھی۔ مشہدِ مقدس (ایران) سے وارد ہندوستان ہوئے۔ یہاں سب سے پہلے حکیم ابوالفتح گیلانی سے ملاقات ہوئی۔ اس زمانہ میں دربارِ اکبری میں علماء اور فضلا کا مجمع رہتا تھا۔ قاضی صاحب کے علم و کمال نے ان کو خوب چمکایا اور جلد انہیں دربار اکبری میں جگہ مل گئی۔ قاضی صاحب کے ہندوستان تشریف لانے کا مقصد مذہب کی تبلیغ تھا۔ اس زمانہ میں

ایران میں صفوی خاندان کی حکومت تھی۔ جہاں ان کو ہر قسم کا آرام وسکون میسر تھا۔او مزید اقتدار حاصل ہوسکتا تھا۔ خود ہندوستان میں مملکتِ دکن میں شیعہ سلاطین ک حکومت تھی۔ جہاں قاضی صاحب کو چین کی زندگی حاصل ہوسکتی تھی، لیکن آپ نے محض دین کی خاطر مغلیہ خاندان کے دارالحکومت اکبر آباد (آگرہ) کو پسند فرمایا۔

ہندوستان کی تاریخ میں تبلیغِ مذہب حق و دعوت شیعت کے سلسلے میں جو بلند مقام اس سیّد فاطمی، عالم ربانی، مجاہد لا ثانی، صاحبِ حیاتِ جاودانی۔ جنابِ شہیدِ ثالث ک ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ دراصل شہید رضوان اللہ کا یہ خصوصی شرف ہے جوان کو تمام ایسے علماء میں ممتاز بنادیتا ہے جنھوں نے ہندوستان میں تبلیغ وحمایت مذہب حق کا کام کیا۔

ہندوستان میں تبلیغ مذہب شیعہ اوراس کے روابط کی ایک طویل داستان ہے۔ مختصہ یہ کہ سرزمین ہند سے شیعت کا تعارف عہدِ خلافت امیر المومنینؑ ہی میں ہو چکا تھا۔ اوائل ۳۹ھ میں سندھ زیر اقتدار امارتِ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ آچکا تھا۔ (فتوح البلدان بلادری صفحہ ۴۳۸ طبع مصر) اس زمانہ میں ہند میں شیعیت کا رواج ہورہا تھا۔ ''شنشب کی نسل'' جو دوست داران علیؑ و موالیانِ اہلِ بیتؑ سے جو ہندوستان کے قریبی و سرحدی مقامات پر قابض تھے۔ اس خاندان کا پہلا شخص ''شنشب'' تھا۔ جس نے اپنے قدیمی ہندی آریائی مذہب (بدھ مت) کو ترک کر کے دستِ حق پرست امیر المومنینؑ پر اسلام کو قبول کرلیا تھا اور حضرت نے اس کو اپنی جانب سے ان اطراف کا حاکم بنایا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ دورِ خلافت امیر المومنینؑ میں ایسے ہندوستانی جاٹوں (جن کو عرب مورخین ''زط'' کے نام سے یاد کرتے ہیں کی بھی ایک نو آبادی عراق میں پائی جاتی تھی۔ جو امیر المومنینؑ کے شیدائی تھے۔ جس

وقت امیر المومنینؑ نے بصرہ کو فتح کیا تو ان ہی جاٹوں کے ایک دستہ کو بصرہ کے خزانہ کا محافظ قرار دیا تھا۔ یہ لوگ موالیان علیؑ سے تھے۔ (مقدمہ آئینہ حقیقت نما اکبر شاہ خاں جلد اوّل صفحہ ۵۵) یہ روایت بھی کتب فضائل مین ملتی ہے کہ سید الشہداء نے کربلا میں اشقیا سے یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ آپ کو ہندوستان چلا جانے دیا جائے۔ (المنتخب فی جمع المراثی والخطب علامہ شیخ فخر الدین طریحی) ان امور کے علاوہ خاندان رسالت کو ہندوستان سے ایک سببی رشتہ بھی ہو جاتا ہے وہ یہ کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک سندھی زوجہ بھی تھیں۔ جن کے بطن سے حضرت زید شہید پیدا ہوئے۔ (کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۷۳ طبع مصر) زید الشہید عبد الرزاق نجفی صفحہ ۵ طبع نجف) زید شہید کے ساتھ قتل ہو کر جو مصلوب ہوئے ان میں ایک مجاہد زیاد ہندی بھی تھے۔ (مقاتل الطالبین ابوالفرح اموی صفحہ ۱۰۵ طبع نجف) اسی عہد میں حضرت عبداللہ الاشتر بن محمد بن عبداللہ بن الحسن المثنیٰ ابن امام حسنؑ اپنے پدر بزرگوار جناب نفس الزکیہ کی شہادت ۱۴۵ھ کے بعد عیسیٰ بن عبداللہ بن مسعدہ شعمی کے ہمراہ سندھ تشریف لائے تھے۔ سرزمین ہند میں دریائے سندھ کے کنارے خلیفہ عباسی منصور دوانیقی کے حکم سے اولادِ رسولؐ کا سب سے پہلا خون جو بظلم وستم بہایا گیا وہ عبداللہ اشتر ہی کا ہے جن کی لاش کو دریائے سندھ میں بہا دیا گیا۔ (تاریخ طبری ۲۲۸ طبع مصر تاریخ الکامل ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۰ طبع مصر) اسی عہد میں جناب قاسم بن ابراہیمؑ بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم الغمر بن الحسن المثنیٰ بن امام حسنؑ بھی اپنی جان بچا کر ملتان کے قریب ''خان'' تک تشریف لائے۔ اسی عہد میں جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر الاطرف بن امیر المومنین علی علیہ السلام بھی حجاز سے ملتان تشریف لائے جن کے ہمراہ ان کی تیرہ اولادیں بھی تھیں۔ (عمدۃ الطالب جمیل الدین ابن مہنا داؤدی صفحہ ۳۳۳ طبع بمبئی)

ہندوستان سادات وشیعوں کا صرف جائے پناہ ہی نہ تھا بلکہ ہندی نژاد مذہب قبول کر کے آئمہ معصومین علیہ السلام کے حلقہ درس میں شامل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ کے حلقہ درس میں جہاں اور ملک وقوم کے تشنہ کامان علوم تھے ان میں چند ہندوستانی بھی موجود تھے۔ فرج سندھی، خلاد سندھی، ابان سندھی، وغیرہ ہم۔ ایک طبیب ہندی جو فلسفہ کا بڑا ماہر تھا اور منصور کے دربار میں ہندوستان سے طلب کیا گیا تھا۔ وہ بھی امام جعفر صادقؑ سے طبیعاتی مسائل پر بحث وتحیث کے بعد داخل اسلام ہو گیا تھا۔ (حدیث مفضل بحار الانوار) کہاں ہمارے اسلاف کا یہ جذبہ کہ وہ کفار و اغیار میں اس لیے گھستے تھے کہ تبلیغ دین کریں اور کہاں ہمارا بیسویں صدی کا یہ نظریہ کہ کفار میں رہنے کو اپنے ایمان واسلام کے لیے خطرہ کا باعث سمجھتے ہیں۔

حکیم فتح گیلانی نے قاضی نور اللہ شوستری کا اکبر سے غائبانہ تعارف کرایا اور اکبر نے قاضی صاحب کو بلانے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آغاز ۱۸۹۶ء قاضی صاحب ہندوستان تشریف لائے۔ قاضی صاحب کو معلوم تھا کہ مجھے ہندوستان آنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے۔ انہیں فتح گیلانی نے مراسلات کے ذریعے پہلے ہی ہندوستان کے حالات بتا دیئے تھے۔ قاضی صاحب نے بالاعلان اپنی شیعیت کا اظہار کیا اور مذہب امامیہ کی تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ تقیہ میں گرفتار تھے انہوں نے اپنی شیعیت کو ظاہر کیا اور کثیر تعداد میں لوگوں نے مذہب امامیہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی تصنیف کردہ کتاب ''مجالس المومنین'' کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف مقامات مثلاً لاہور، کشمیر، دہلی، ملتان، گجرات اور سندھ میں جو تقیہ میں چھپے ہوئے تھے وہ اعلانیہ نمایاں ہو گئے۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی پس وپیش نہیں ہے کہ آج ہندوستان میں جو کثیر تعداد شیعوں کی ہے یہ سب نتیجہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ

کے فیض روحانی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں پہلی بار محفلِ میلاد النبیؐ:

قاضی صاحب نے اکبر کو آمادہ کیا کہ وہ محفل میلاد النبیؐ منعقد کرے۔ چنانچہ فتح پور سیکری میں پہلی بار بڑے پیمانے پر محفل النبیؐ قاضی صاحب اور ان کے احباب کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ جس کا تذکرہ ''سیر المتاخرین'' میں ہے۔ چنانچہ حاسدوں میں سرگوشیاں شروع ہوگئیں۔ اکبر کے دربار کے دو مخصوص آدمی جن کی وجہ سے اکبر اور اس کی سلطنت کے حالات ابتر ہو گئے تھے وہ دونوں بزرگ شیخ عبداللہ مخدوم الملک اور عبدالنبی صدر الصدور تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں ایک جس فعل کو حرام بتلاتا تھا دوسرا اسی کو حلال کہہ دیتا تھا۔ ان دونوں کی کشمکش ہی کے نتیجے میں شہنشاہ بد اعتقاد اور اسلام سے منحرف ہو گیا تھا مگر قاضی صاحب کی کوششوں سے اکبر تیز رفتاری کے ساتھ پھر اسلام کی طرف لوٹنے لگا۔ دربار میں آزادنہ مذہبی مباحثے ہونے لگے۔

مخدوم الملک اور عبدالنبی کا حشر:

شہنشاہ اکبر کو شیخ عبداللہ مخدوم الملک اور عبدالنبی صدر الصدور سے ان کے غلط طریقہ کار سے اس درجہ نفرت ہوگئی تھی کہ وہ ان دونوں کو دیکھنا تو درکنار ہندوستان میں رہنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ تم دونوں مکہ چلے جاؤ۔ ہندوستان کو خالی کردو۔ چاروناچار ان دونوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر ان دونوں نے بلا علان اکبر کی برائیاں شروع کردیں۔ اسی دوران ان کو خبر ملی کہ اکبر کا چچا زاد بھائی محمد حکیم مرزا باغی ہو کر لاہور کا محاصر کئے ہوئے ہے۔ اس خبر سے انہیں دوبارہ

اقتدار کی امید ہوئی اور وہ ہندوستان پہنچے کہ حکیم مرزا کا ساتھ دیں۔ جب احمد آباد پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ محمد حکیم مرزا کو شکست ہوئی۔ اکبر کو بھی مخدوم الملک اور صدر الصدور کے باغیانہ خیالات کی اطلاع مل چکی تھی چنانچہ ان دونوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ مخدوم الملک تو جالندھر ہی میں خوفِ سلطانی سے فوت ہو گئے اور عبد النبی صدر الصدور کو دربار اکبری میں لایا گیا اور راجہ ٹوڈرمل کی نگرانی میں دفتر خانہ کی کچہری میں دو سال قید رہے اور ۹۹۲ھ میں قید خانہ میں ہی ختم ہو گئے۔ (از منتخب التواریخ)

دربارِ اکبری میں آفتابِ علم:

اکبر کے دربار میں قاضی صاحب نے اپنے علم کا سکہ بٹھا دیا۔ اسی زمانے میں اکبر کو یہ اطلاع ملی کہ معین الدین قاضی ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے صحیح کام کرنے سے معذور ہیں۔ رشوت ستانی کا بازار گرم تھا جس سے رعیت عاجز تھی۔ مرزا افولاد برلاس کا واقعہ بھی ہو چکا تھا چنانچہ اکبر نے لاہور پہنچ کر جناب قاضی صاحب کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کے انصاف وحق پرستی کا ڈنکا بجنے لگا۔ ہر خاص و عام خواہ موافق ہو مخالف ان کے فیصلے سے مطمئن رہتا۔ اکبر بھی مطمئن تھا اور مداخلت نہیں کرتا تھا۔ مگر قاضی صاحب کی ہر دل عزیزی چند متعصبین کو خار کی طرح کھٹک رہی تھی لیکن اکبر کی عالی دماغی کے سامنے متعصبین مجبور ولاچار تھے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد شہنشاہ اکبر نے قاضی صاحب کو ذمہ دار بندوبست بھی مقرر کر دیا اور قاضی صاحب نے اس اہم کام کو بھی اس خوبی سے انجام دیا کہ صفحات تاریخ کو ان کی مدح سرائی کرنا پڑی۔

اب وہ زمانہ تھا کہ قاضی صاحب کے گروہ کے علماء اور فضلاء یکے بعد دیگرے جدا ہو چکے تھے اب نہ وہ وقت تھا نہ ابوالفتح گیلانی موجود تھے نہ حکیم شاہ فتح اللہ شیرازی نہ

شیخ مبارک اور نہ ان کے صاحبزادے۔ اب تنہا قاضی صاحب تھے جن کے ذمہ ملک کی پوری ہدایت تھی اور متعصب اور خود غرض علماء کا مقابلہ اکبری دور کا آخری زمانہ تھا۔ رفتہ رفتہ وہ دن آہی گیا کہ ۱۴ ۱۰ ۱ھ میں اکبر نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا سلیم تخت نشین ہوا جس نے جہانگیر کا لقب اختیار کیا۔

جہانگیر کی تخت نشینی:

جہانگیر شروع سے عیش پسند اور آرام طلب تھا۔ سیر و شکار کا شوقین اور مے نوشی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ تاریخ جلوس ۱۴ جمادی الثانی اور پنجشنبہ بعمر ۳۷ سال ہے۔

جلوس کے وقت دربار میں علاوہ دیگر علماء اور وزراء کے مرزا غیاث بیگ اور سید فرید بخاری بھی تھے جو مذہب شیعہ رکھتے تھے۔ مرزا غیاث بیگ جو نور جہاں کے والد تھے اور عہدہ وزارت پر فائز تھے۔

بعد جلوس جہانگیر نے فرید بخاری کو میر بخشی کا اور مرزا غیاث بیگ کو اعتماد الدولہ کا خطاب دیا۔

قاضی صاحب کا زمانہ مشکلات:

اکبر کے انتقال کے بعد جہانگیر کے دربار کا رنگ اور تھا۔ دربار اکبری کی تمام خوبیاں محو ہو چکی تھیں۔ شراب خوری نفس پروری یہ اس کے مشاغل تھے اور مملکت سے بے خبر نور جہاں کے عشق اور شیر افگن کو قتل کر کے اس کے حاصل کرنے کی ادھیڑ بن میں اپنے جلوس کے پہلے روز سے پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ میدان خالی پا کر متعصب لوگوں کو موقعہ ملا۔ اکبر کے زمانے میں بھی قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی شکایت اکبر تک پہنچائی گئیں مگر اکبر کے تدبر نے کبھی اس کا موقع نہیں دیا کہ لغو شکایات پر کوئی ضرر قاضی صاحب کو پہنچایا جا سکتا لیکن

بے خبر اور سلطنت سے غافل جہانگیر کے پاس بد باطن درباریوں نے زیادہ آزادی سے شکایتیں پہنچائیں اور کمزور طبیعت بادشاہ جہانگیر ان شکایت سے متاثر ہو گیا۔

قاضی صاحب کو شہید کرانے کی منظّم سازش:

جہانگیر کو تخت سلطنت پر بیٹھے پانچ سال گزر چکے تھے اور اس دوران قاضی صاحب کے خلاف بہت سی کاروائیاں کی گئیں مگر کارگر نہیں ہوئی تھیں۔ آخر کار مخالفین نے ایک آدمی کو آمادہ کیا کہ وہ قاضی صاحب کی شاگردی اختیار کرے چنانچہ وہ آدمی قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے پاس آیا اور خود کو شیعہ ظاہر کر کے شاگردی کی خواہش کی اور شاگرد ہو گیا۔ رفتہ رفتہ قاضی صاحب کو اتنا اعتماد ہو گیا کہ آپ اپنی کتابیں، مجالس المومنین اور احقاق الحق وغیرہ جو اس زمانے میں لکھ رہے تھے اس نئے شاگرد سے لکھوانی شروع کیں اور اس شخص نے ان تصانیف کی نقلیں خفیہ طریقہ سے کر کے مخالفین تک پہنچانا شروع کیں۔ ایسے موقعہ پر مخالفین نے ایک ایسا مضمون جو جہانگیر کو مشتعل کر سکتا تھا تیار کر کے اس شاگرد کے ذریعے قاضی صاحب کی کتاب میں تحریر کرا دیا جس کا کوئی ربط کتاب سے نہ تھا مگر اس مضمون نے شراب خوار بادشاہ جہانگیر کے قلم سے نشہ کی حالت میں مخالفین کے مقصد کو پورا کر دیا۔ جب یہ عبارت کتاب میں تحریر ہو گئی تب دشمنوں نے قریبی شاگرد ہی کے ذریعے کتاب کو اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر انہی لوگوں نے ایک کمیٹی بنا کر ایک محضر تیار کیا جس پر تقریباً ۵۴ آدمیوں کے دستخط ہوئے جس میں ۴ سزائیں تحریر کی گئیں۔

۱۔ خاردار درے لگائے جائیں۔

۲۔ گدی سے زبان نکلوا دی جائے۔

۳۔ سیسہ پگھلوا کر پلوایا جائے۔

۴۔ سرتن سے جدا کیا جائے۔

جس جگہ یہ محضر تیار کیا گیا تھا وہ ایک مسجد ہے جو سکندر لودھی کے نام سے مشہور ہے اور کلکٹری کچہری آگرہ کے پاس ہے۔

جہانگیر نے بلا سوچے سمجھے نشہ شراب کی بدمستی میں اس حکم پر دستخط کردیئے۔ اب کیا تھا سلسلۂ سیادت کا ایک تابندہ گوہر موردِ زوال آ گیا۔ مدتوں جو خار متعصبین کے دلوں میں کھٹک رہا تھا اس کے دور ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ جلادوں کے پہرے میں آپ بے رحم مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کئے گئے اور آپ کو قتل کی خبر سنائی گئی۔ سرزمین آگرہ پر اس عالم دین کا جو اپنے زمانے میں محمدؐ و آلِ محمدؑ کا بہترین خاندانی نمائندہ تھا اور ملک ہندوستان کے باشندگان کی خدمتِ حقیقی کے لئے اپنے اہل سے دور ترکِ وطن کر کے بحیثیت مہمان بلایا گیا تھا۔ اپنے خاندان کے شہداء ماسلف کی روایات کو شہید ظلم ہو کے پورا کر رہا تھا۔

قاضی صاحب نے سبب قتل دریافت کیا مگر انہیں نہیں بتایا گیا۔ وقت عصر تھا اور ۱۸ جمادی الاول ۱۰۱۹ھ بروز جمعہ آپ نے نماز ادا کرنے کی مہلت چاہی جو بدقت تمام دی گئی۔ بعد فراغت نماز اس شہید راہ حق نے سر تسلیم جھکا دیا اور ظلم کی تمام منزلیں اپنے اوپر طے کرالیں۔ شہید کی لاش مبارک بے گور و بے کفن کئی روز تک اسی جگہ پڑی رہی جو شہر میں سب سے زیادہ متعفّن مقام تھا اور اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا کہ کسی کو اس واقعہ کی اطلاع نہ ہو اور اگر ہو بھی جائے تو کوئی بھی لاش مبارک تک جانے نہ پائے۔

کئی روز بعد گوالیار میں ایک ایرانی شیعہ سردار نے خواب میں سیدہ کونین صلوٰۃ اللہ کی زیارت کی اور جن کی زبانی اسے حکم ملا کہ آگرہ جا اور میرے فرزند کی لاش جو بے گور و کفن پڑی ہوئی ہے اسے دفن کر۔ چنانچہ مرد مومن اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ آگرہ

آیا اور جہانگیر سے لاش کو دفن کرنے کی اجازت لی۔

سید راجو بخاری جن کا ذکر مجالس المومنین میں خود قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے جو قاضی صاحب کے گہرے دوست تھے انہوں نے قاضی صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی اور لاش مبارک کو سپردِ خاک کیا۔ سید راجو بخاری جنہوں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنی عمر قاضی صاحب کی قبر کی مجاوری میں بسر کروں گا مگر انہیں بھی مخالفین نے اس کا موقعہ نہ دیا اور ان بزرگ کو مجبور کیا کہ وہ قصبہ باڑی (ریاست دھول پور) چلے جائیں۔ چنانچہ سیّد صاحب دھول پور چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

سفر ہندوستان وعہدۂ قاضی القضاۃ:

علامہ عطا الملک فرماتے ہیں کہ کثرت آلام وافکار ومصائب کے سبب سے آپ نے یکم شوال ۹۹۰ھ کو ہندوستان کا سفر کیا وہاں مقربان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہند میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ موصوف ان کی بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا جس کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز فرمایا۔ جیسے عہدہ قاضی القضاۃ فوج وغیرہ۔

صاحب نجوم السماء کتاب منتخب التواریخ ملا عبدالقادر حالات علماء دربار اکبری سے نقل کرتے ہیں کہ قاضی نوراللہ شوستری اگرچہ شیعی مذہب ہیں لیکن بہت زیادہ صفت انصاف وعدالت ونیک نفسی وحیا وتقویٰ وصفت اوصاف اشراف سے متصف ہیں اور علم وحلم وجودت فہم میں تیزی طبیعت وصفائے باطن وذکاوت وذہانت میں مشہور ہیں۔ اچھے تصانیف کے مالک ہیں۔ تفسیر بے نقط شیخ فیضی پر ایک تقریظ لکھی ہے جو حد تعریف وتوصیف سے باہر ہے۔ ذوق نظم بھی رکھتے ہیں اور اچھے اشعار کہتے ہیں۔ حکیم ابوالفتح کے ذریعے سے دربار شاہی میں داخلہ ہو گیا اور جب شاہی سواری لاہور وارد ہوئی شیخ معین قاضی لاہور پیرانہ سالی وضعف سے دربار شاہی میں گر پڑے تو بادشاہ کو

ان کے بڑھاپے پر رحم آیا اور فرمایا کہ شیخ اب کام کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ قاضی نور اللہ ان کی جگہ پر معین کیے جائیں۔ امر حق یہ ہے کہ موصوف نے مفتیان بے حیا و بے شرم و محتسبا بد نفس لاہور کو جو معلم الملکوت کو بھی سبق پڑھا دیا کرتے تھے۔ اچھی طرح ضابطے کے اندر لے آئے اور ان پر رشوت کے راستوں کو بند کر دیا۔ جس سے بالاتر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حسبِ ذیل شعر کے شاعر نے آپ ہی کو مراد لیا ہے۔

تو ئی آں کس کے منکر دیہی بہمہ عمر قبول　　　در قضاء ہیچ تر کس غیر شہادت زکوٰۃ

جناب شہید کے متعلق ایک جلیل القدر سنی عالم کے یہ خیالات ہیں جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

ذکاوت وذہانت اور حاضر جوابی:

جناب شہید کے فرزند ارجمند نے محفل فردوس میں آپ کی حاضر جوابی اور مذکرات علمیہ سے موصوف کی ذکاوت وذہانت اور جلالت علمی کا پتا چلتا ہے جن میں سے ایک واقعہ جناب شہید کے زمانۂ طالبِ علمی کا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ جناب شہید نے حاشیۂ بیضاوی پر تحریر فرمایا ہے کہ جب سید فاضل امیر عزالدین فضل اللہ یزدیؒ زیارت مشہد مقدس سے مشرف ہوئے تو ایک دن میرے عم نامدار مرحوم کی خدمت میں بھی تشریف لائے۔ دیگر اکابر واعیان کے ساتھ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ سیّد مذکور نے اپنے سفر کے حج کے حالات وواقعات کو بیان کرنا شروع کیا۔ حرمین شریفین میں جن علما واکابر سے ملاقات ہوئی تھی ان کا حال بیان کیا اور شیخ ابوالحسن بکری شافعی مصری کے فضل وانصاف و متعصب مذہبی سے اجتناب کے واقعات ذکر کیے اور کہا میں ان سے اکثر اوقات ملتا رہتا تھا اور مذہب اہل سنت وشیعہ کے مشکل ترین مسائل شرعیہ کو

دریافت کیا کرتا تھا وہ مجھے اچھے جوابات دیا کرتے تھے۔ منجملہ ان مسائل کے یہ مسئلہ بھی تھا کہ شیعوں کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ انبیاء قبل و بعد معصوم تھے۔ حالانکہ قبل بعثت شریعت اور دین کا وجود نہیں تھا جس کے احکام سے ان سے مواخدہ کیا جاتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ شیعوں کی مراد یہ ہے کہ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چونکہ ایسی فطرت سلیمہ اور طبیعت پاکیزہ رکھتے تھے کہ اگر قبل بعثت شریعت بھی ہوتی تو پھر بھی آپ سے کوئی ایسی بات واقع نہ ہوتی جو اس شریعت کے اعتبار سے قابل مواخذہ ہوتی۔ سیّد مذکور سے جب میں نے یہ جواب سنا تو میرے ذہن میں اس سے بھی قوی جواب آیا لیکن میں اسی زمانے میں تحصیلات علوم میں مبتدی تھا اور شرح ہدایت الحکمت اور اسی کی مانند کتابیں پڑھ رہا تھا اس لئے ان فاضل بزرگ کی ہیئت کلام کرنے سے مانع ہوئی لیکن جب میں بہت تنگ دل ہوا اور مجھ میں سکوت وصبر کی طاقت نہ باقی رہی تو میں نے اپنے عم محترم کی موجودگی میں عرض کیا کہ شیعوں کو اس اشکال کے جواب کے لئے شیخ و عالم اہل سنت کے پاس اس جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصول شیعہ امامیہ میں قاعدہ حسن وقبح عقلی داخل ہے۔ اس لئے کہ اس فرض کی بناء پر شریعت موجود نہیں۔ قبل بعثت اگر چہ مواخذہ شریعہ نہیں ہوتا ہے لیکن قاعدہ حسن وقبح وعقلی کے سبب سے مواخذہ کا ہونا موجود ہے۔ لہٰذا معصوم ہونا ضروری ہے۔ حاضرین نے اس جواب کو پسند کیا اور میری بڑی تعریف کی۔ الحمد اللہ رب العالمین موصوف نے اور بھی واقعات ذکر کئے ہیں لیکن اختصار کے سبب ہم ان کو ترک کرتے ہیں۔

سببِ شہادت:

صاحب نجوم السماء فرماتے ہیں کہ تذکرے نے بعض موثق افراد سے روایت کی

ہے کہ سید مذکور ہمیشہ مخالفین میں تقیہ کرتے تھے اور اپنے مذہب کو ان سے مخفی رکھتے تھے۔ مسائل فقہیہ میں اہل سنت کے چاروں مذہبوں میں مہارت و دستگاہ رکھتے اس لئے اکبر بادشاہ اور اکثر لوگ انہیں سنی سمجھتے تھے۔ جب اکبر بادشاہ کو ان کے علم وفضل و لیاقت کا حال معلوم ہوا تو انہیں قاضی القضاء کا عہدہ سپرد کیا۔ جناب سیّد شہید فرماتے ہیں کہ میں اس شرط سے اس منصب کو قبول کروں گا کہ چاروں مذاہب یعنی شافعی، حنفی، حنبلی، مالکی میں سے جس مذہب کا مسئلہ میرے رائے واجتہاد کے مطابق ہوگا اس کے موافق قضایا میں فتویٰ دوں گا چونکہ میں قوت نظر واستدلال رکھتا ہوں اس لئے حکام میں کسی کی پابندی نہیں کروں گا لیکن اپنے اجتہاد میں چاروں مذہبوں میں سے کسی مذہب سے باہر نہیں جاؤں گا۔ بادشاہ نے اس شرط کو قبول کرلیا۔ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمہ ہمیشہ مذہب امامیہ کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور اگر کوئی اعتراض کرتا تھا تو ثابت فرمادیتے تھے کہ میرا فتویٰ مذاہبِ اربعہ سنیہ میں سے فلاں مذہب کے مطابق ہے۔ پس بعض فتوے تو مذہب شافعیہ کے مطابق ہوتے تھے اور بعض مذہب حنفیہ کے مطابق ہوتے تھے اور بعض مالکیہ وحنبلیہ کے مطابق ہوتے تھے۔ قاضی صاحب ہمیشہ اسی طرح احکام امامیہ کو جاری کرتے تھے اور پوشیدہ طور سے تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ جب اکبر بادشاہ نے وفات پائی اور اس کی جگہ جہانگیر بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو قاضی صاحب بدستور اپنے عہدے پر باقی رہے لیکن مقربین جہانگیر بادشاہ میں سے بعض علماء کو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب مذہب شیعہ رکھتے ہیں اس نے بادشاہ سے شکایت کی اور کہا کہ فتویٰ میں مذاہبِ اربعہ میں سے کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں اور ہر مسئلہ میں جو مسئلہ مذہب امامیہ کے مطابق ہوتا ہے اس کے موافق فتویٰ دیتے ہیں۔ بادشاہ نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا کہ یہ چیز ان کی شیعت کو ثابت نہیں

کرتی۔اس لئے کہ انہوں نے پہلے ہی روز یہ شرط کر لی تھی کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا پابند نہیں رہوں گا بلکہ ان سے جس کے مطابق میری رائے ہوگی حکم کروں گا۔ یہ سن کر علماء مخالفین اس فکر میں رہے کہ کس طرح ان کی شیعت کو بادشاہ پر ثابت کریں اور ان کے قتل کا حکم بادشاہ سے حاصل کریں۔ چنانچہ ایک شخص کو قاضی صاحب کے پاس بھیجا کہ ان پر اپنی شیعت کو ظاہر کرے اور قاضی صاحب کی تصنیف کو حاصل کرے۔ وہ شخص قاضی صاحب کے پاس آیا اور اپنی شیعت کا اظہار کیا اور قاضی صاحب کے تلامذہ میں داخل ہوگیا۔ایک عرصہ تک اسی طرح قاضی صاحب کے پاس رہا۔موصوف کو اس پر بہت زیادہ اعتبار ہوگیا۔ یہاں تک کہ وہ کتاب مجالس المومنین پر مطلع ہوا اور بڑے اصرار و رازداری سے کتاب مذکور کو قاضی صاحب سے حاصل کیا۔ اسے اپنے گھر پر لایا اور نقل کر کے پوشیدہ طور سے علماء مذکورین کے پاس پہنچا دیا۔ان لوگوں نے اس کتاب کو قاضی صاحب کے اثباتِ شیعت کا ذریعہ قرار دیا اور بادشاہ نے کہا کہ اس رافضی نے ایسا لکھا ہے تو حد شرعی جاری کئے جانے کا مستحق ہے۔ان لوگوں نے کہا کہ فلاں مقدار میں درہ خاردار لگانا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم لوگوں کو اختیار ہے۔ان لوگوں نے نہایت عجلت کے ساتھ جناب قاضی صاحب پر یہ ظلم وستم کیا کہ آپ شہید ہوگئے۔آپ کی شہادت شہرِ اکبرآباد (آگرہ) میں واقع ہوئی وہیں آپ کا مزار مقدس واقع ہے اور لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

ہم کو صاحب نجوم السماء کے اس قول سے اتفاق نہیں ہے کہ شہید علیہ الرحمہ ہندوستان میں تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ممتاز محقق اور عالم دین علامہ سید سبط الحسن تذکرہ مجید صفحہ ۴۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ:

شہید کا تقیہ نہ کرنا:

شہید علیہ الرحمہ نے اپنے لئے تقیہ کو ضروری نہیں سمجھا بلکہ اپنے مذہب وعقیدے کو اعلانیہ ظاہر کیا۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ملا عبدالقادر بن ملوک شاہ بدایونی نے صاف صاف منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۳۸۔۱۳۷ پر یہ بتلایا ہے کہ وہ شیعی مذہب نہیں ہیں اور آپ کا مذہب ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ آپ کے تقیہ نہ کرنے پر میر یوسف علی استر آبادی اخباری نے اعتراض بھی کیا ہے جس کا جواب شہید علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوب میں مدلّل ومشرح تحریر فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔ فقیر کے اعتقاد میں بہ عہد حکومت شہنشاہ عادل (اکبر اعظم) ہندوستان کے دار الحکومت میں تقیہ کرنے کا کوئی محل نہیں ہے۔ اس لئے نصرت مذہب حق مجھے ایسے شخص کا قتل کر دیا جانا دین کی عزت کا سبب ہے اور صاحب شریعت حقہ نے اجازت دی ہے کہ ایسا شخص تقیہ نہ کرے لیکن دوسرا شخص جو اہل دین میں کوئی بلند مقام نہیں رکھتا اور مجہول الحال ہے اور دین کی نصرت وحامیت میں معقول بات نہیں کہہ سکتا اس پر واجب ہے کہ تقیہ کرے۔ (جواب مکتوب دہم میر یوسف علی) رہے جناب شہید علیہ الرحمہ کے اسباب شہادت تو اس کے بارے میں **معاصر الشیخنا البهائی وقتل سبب تالیف احقاق الحق** جناب شیخ بہائی کے معاصر تھے اور تالیف **احقاق الحق** کے سبب شہید کئے گئے۔ جناب علامہ علاء الملک نے محفل فردوس میں آپ کی شہادت کے بارے میں ایک قطعہ تاریخ میں نقل کیا ہے جس سے تاریخ شہادت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

سر اکابر آفاق میر نور اللہ   سپہر فضل وحید زمانہ پاک سرشت

به نیمه شب بست وشش ربیع آخر   ازین خرابه رواں شد قصر بہشت
چو دل زفکر طلب کرد سال تاریخش   خرد بصفحه دہر افضل العباد نوشت

۱۰۱۹ھ

۲۶ ربیع الثانی ۱۰۱۹ھ کو آپ کی شہادت واقع ہوئی لیکن میرزا محمد ہادی صاحب عزیز تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ جمادی الآخر بروز جمعہ ۱۰۱۹ھ میں واقع ہوا۔ جناب قاضی صاحب نے ترسیٹھ برس دنیا میں زندگی گزاری۔

تاریخ وفات:

عہد مغل شاہی کے مشہور بزرگ شاہ مظہر الحق ترمذی اکبر آبادی نے شہید کا قطعہ تاریخ کہا ہے:

میر نور اللہ عالی انتساب   دیں زمانہ بادل آگہہ شدہ
سال قتلش مظہر الحق ز د رقم   عدن جائے میر نور اللہ شدہ

اس قطعہ کے مصرعہ ثانی میں ۱۸ حروف ہیں جس سے قمری ماہ کی اٹھارہ تاریخ بنتی ہے۔ مصرع ثالث کے پہلے دو لفظ ''سال قتلش'' میں سات حروف ہیں جس سے ہفتے کا روز ہفتم یعنی جمعہ مراد لیا ہے۔ درمیان میں مصنف کا نام ہے۔ زد رقم میں پانچ حروف ہیں جس سے سال کا پانچواں مہینہ یعنی جمادی الاخر مقصود ہے۔ مصرح چہارم سے ۱۰۱۹ھ نکلتے ہیں۔ (شہید ثالث صفحہ۔۱۸)

موا انا سعادت حسین خاں مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

میرے نزدیک شہید کے فرزند نے محفل فردوس میں جو کچھ تحریر کیا ہے۔ بغیر کسی دلیل کے ان تکلّفات کی ضرورت نہیں ہے۔

قاضی صاحب کا دفن:

جناب مولوی محمد ہادی صاحب عزیز مرحوم نے شہید ثالث میں صفحہ ۱۹ میں واقعہ دفن کے بارے میں تحریر فرمایا کہ:

ایک ایرانی سردار جو اس زمانے میں ریاست گوالیار میں مقیم تھا خواب میں پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہؑ زہرا کو دیکھا کہ وہ حکم دے رہی ہیں کہ اس نعش کو تو دفن کر دے یہ ایرانی خواب دیکھ کر بیدار ہوا اور فوراً آگرہ پہنچ کر جہانگیر سے اس لاش کی تجہیز و تکفین کی اجازت حاصل کی اور دفن کیا۔ اب اس پر ایک عمدہ عمارت تعمیر ہے اور روضہ کے مشرق جانب اور کچھ شمالی حصے میں کمرے تعمیر ہو چکے ہیں۔ جن میں زائرین قیام کرتے ہیں۔ مجالس کے لئے ایک بڑا پنڈال بن گیا ہے جس میں سالانہ مجالس زیر نگرانی جناب سلطان المحققین سعید الملت والدین منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ اس مزارِ مقدس کو فرقہ امامیہ کے لوگ مشاہد مقدّس کے بعد نہایت مقدّس و محترم مقام سمجھتے ہیں اور برابر زائرین زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں اور اسے استجابت دعا کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بقعہ مبارک کی عظمت و جلالت سمجھنے کے لئے یہ امر کافی و دوانی ہے کہ حضرت آیت اللہ فی العالمین حجۃ اللہ علی المجاہدین صدر المحققین ناصر الملۃ مولانا سید ناصر حسینؒ نے ۱۳۳۹ھ میں جو وصیت نامہ تحریر فرمایا تھا اس میں یہ وصیت کی گئی کہ اگر میں ہندوستان میں انتقال کروں تو میری میت مزار مقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کے اس حجرے میں دفن کی جائے جس کی نشان دہی مولانا سید حسن رضا صاحب موسوی کو کر دی گئی ہے۔ چنانچہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ میں اس آفتاب علم و فضل و شرف و کمال کو وہیں دفن کیا گیا۔

آثار علمیہ:

کسی عالم دین کی جلالت قدر و عظمت و بزرگی کے معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ

اس کے مصنفات وتالیفات ہیں۔ جب تک یہ آثار علمیہ باقی رہیں گے اس کے فضل و شرف کمال کے نشانات باقی رہیں گے۔ چنانچہ شہید ثالث علیہ الرحمہ نے ایک سوایک کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو علم تفسیر وفقہ وکلام واصول فقہ وتاریخ وفلسفہ ومنطق وریاضی وادب عربی وادب فارسی وتاریخ وادعیہ درجال ونحو میں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے موصوف کو ان تمام علوم میں دستگاہ کامل حاصل تھی۔

آپ کے عہد میں شیعی مذہب کے خلاف مخالف علماء کتابیں لکھ کر ان کی اشاعت کرتے تھے اور متقدین کی وہ کتابیں جو شیعی مذہب کے خلاف تھیں ان کو ماورالنہر اور حجاز سے بطور ارمغاں ہندوستان لاتے تھے۔ ان کے مضامین کی نشر واشاعت کی جاتی تھی۔ مکاتب ورسائل لکھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس عہد کے صوفیا بھی نقشبندی طریقہ کو اختیار کر کے فاتح باب ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے انحراف کرتے رہتے تھے۔ ان حالات میں شہید علیہ الرحمہ نے ان کتابوں کی رد کو ضروری سمجھا۔

مخالفین کی رد میں شہید کے تصانیف

مصائب النواصب:

میرزا مخدوم ناصبی نے کتاب نواقض الروافض کو تالیف کیا اور ہندوستان میں ان کے نسخے کثرت کے ساتھ پہنچے جس سے شیعوں کے خلاف اہل سنت کے بعض وعناد کے جذبہ کو بڑی تقویت پہنچی۔ ضرورت تھی کہ اس کتاب کی فوری رد لکھی جائے۔ جناب شہید اس طرف متوجہ ہو گئے اور اور ماہ رجب ۹۹۵ھ میں آپ نے سترہ دن کی قلیل مدت میں اس کے جواب میں مصائب النواصب کو تالیف فرمایا۔ نواقض الروافض میرزا مخدوم کا ایک نسخہ ابوالفضل وفیضی کے والد شیخ مبارک کے پاس بھی پہنچ چکا تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ نور اللہ شوستری ان کی رد میں لکھ رہے ہیں تو ان کا مطالعہ کرنے کے

لئے اتنے بے چین ہوئے کہ جس قدر آپ رد لکھتے جاتے تھے مبیضہ ہونے سے قبل مسودہ کو طلب کر لیتے تھے اور اس کا مطالعہ کر کے اپنے کاتب سے لکھواتے جاتے تھے۔ جناب شہید اپنے مکتوب میں جو میر یوسف علی اخباری استر آبادی کے نام تحریر ہے فرماتے ہیں:

''ومرحوم شیخ مبارک کہ دانشمند زمان خود بود وتتبع کتب شیعہ نمودہ و کتاب میرزائے مخدوم رانیز داشت چوں مطلع شد کہ فقیر براں رومی نو یسم مجال نہ داد کہ بر بیاض رود وزبروز مسودۂ آن را از فقیری گرفت و بکاتب خود می داد کہ بہ نولید ومی گفت اگر توفیق بیاض شود یکبار آں راخواہم نویساند (جواب مکتوب دہم میر یوسف علی از مجموعہ مکاتیب یوسف علی اخباری وشہید ثالث مرتبہ عبدالرحیم بغدادی مخطوطہ کتب خانہ آصفہ نمبر ۱۸۴ افن کلام)۔

اس مکتوب میں جناب شہید ثالث نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

احمد بیگ حاکم کشمیر جو متعصب سنی تھی وہ نوافض الروافض میرزا مخدوم کے مطالعے کے بعد اس کے ایراد واعتراض کو جو مذہب شیعہ کے خلاف تھے عوام کے سامنے پیش کرتے رہتے تھے اور ملا محمد امین کشمیر شیعی سے برملا بحث ومناظرہ کر کے وہاں کے شیعوں کو پریشان کرتے تھے چونکہ ملا محمد امین شیعی کی ملاقات جناب شہیدؒ سے سیاحت کشمیر کے موقع پر ہو چکی تھی اس لئے ملا محمد امین شیعی نے نواقض کے جواب کو آپ سے طلب کیا اور یہ لکھا کہ:

ایں ہم چنیں اجتماعے ومباحثہ روی داوہ اگر کتاب رد النواقض رانخواہید فرستاد فردائے قیامت پیش جد شما شکایت خواہم کرد''۔

اس وقت آپ نے ملا محمد امین شیعی کے پاس ''مصائب النواصب'' کی ایک نقل روانہ فرمائی جس کے مطالعہ کے بعد ملا محمد امین مناظرہ ومباحثہ میں اہلسنّت پر غالب ہوئے اوراس طرح یہ کتاب کشمیر میں مذہب شیعہ کی تقویت کا سبب بنی۔

مصائب النواصب کے بارگاہ امیر المومنینؑ میں مقبول ہونے کا ثبوت ملا محمد امین کے اس واقعہ سے ملتا ہے جوانہوں نے جناب شہید کوان الفاظ میں لکھا تھا کہ:

''سہ روزہ پیش از آنکہ ردالنواقض برسد خواب دیدم کہ سہ روزہ آں نسخہ رسید وزاں ترکش تیر ہائے جانکاہ برمخالفاں زدم''۔

(ترجمہ) ''اس کتاب کے پہنچنے سے تین روز پہلے میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کوخواب میں دیکھا کہ حضرت نے میری کمر میں تیروں سے بھرے ہوئے ترکش وکمان کو باندھا۔ تین دن بعد جب کتاب پہنچی تو میں نے اس ترکش سے جان لیوا تیر مخالفین کو مارے''۔

مجالس المومنین:

اسی عہد میں مخالفین شیعہ اپنی مصنّفات کے ذریعے یہ پروپیگنڈا بھی بڑے زور وشور سے کرتے تھے کہ مذہب شیعہ ایک نومولود مذہب ہے جس کی ابتداء شاہ اسمٰعیل صفوی اول کے عہد سے ہوئی ہے اور ماضی میں یہ فرقہ وجود نہیں رکھتا تھا اور نہ اس مذہب کی کوئی شاندار تاریخ ہے۔ آپ نے اس خیال باطل کوغلط ثابت کرنے کے لئے ۹۹۸ھ سے ایک ضخیم کتاب ''مجالس المومنین'' لکھنا شروع کی جس کو ۱۰۱۰ھ میں بمقام لاہور اختتام کو پہنچایا۔ اس کتاب میں مذہب شیعہ کی قدامت اوراس کی علمی وادبی وروحانی وسیاسی عظمت واہمیت کوروز روشن کی طرح واضح فرمایا۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اسی عہد میں مخالفین نے بھی اپنی مصنفات میں اس سے استفادہ کر کے اپنی

تالیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔اس امر کے اشتہاد میں بہت سی تالیفات کو پیش کیا جاسکتا ہے لیکن اس مختصر رسالہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ مجالس المومنین نہ صرف ایک تاریخی گنجینہ رجال شیعہ کا تذکرہ یا سلاطین و وزراء اعیان وابطال، علما وحکما، ادبا، شعرا، مصنفین ومومنین، روحانین وصوفیاء، مولفات ومصنفات قبائل وعشائر، امصار و بلاد کا ایک گراں بہا انسائیکلو پیڈیا ہے بلکہ مباحثِ کلامیہ وتحقیقات علمیہ کے لحاظ سے بھی ایک بیش بہا کتاب ہے۔

احقاق الحق:

۱۰۱۴ھ میں جب آپ آگرہ میں تھے اور کثرت ملال وضعف حال کی وجہ سے بقول خود مثل بوسیدہ مشک کے لاغر وکمزور ہو گئے تھے۔آپ نے سات ماہ کے عرصے میں مشہور متکلم اہلسنت ابن روز بہان کی کتاب ابطال الباطل وجو کشف الحق ونہج الصدق علامہ حلی کے رد میں لکھی گئی تھی، کا جواب احقاق الحق تحریر فرمایا۔الحق کہ جناب شہید کی اس کتاب نے اشاعرہ کی کمر کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا۔اسی کتاب کے متعلق علامہ الحاج محمد جعفر کبودر آہنگی اپنی کتاب مراۃ الحق میں تحریر فرماتے ہیں۔(ترجمہ از فارسی)

''انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جیسا میں نے استاد معظم میرزا ابوالقاسم قمی اور بعض دوسرے علماء جیسے میرزا محمد مہدی طبا طبائی شہر کو کہتے ہوئے سنا کہ قاضی نوراللہ علم وفضل، تحقیق وتدقیق، تلاش و بحث میں ایسا کمال رکھتے تھے کہ اس طرح فاضل روز بہان کے اعتراضات کو رد فرمایا اور اگر خود علامہ حلی بھی اس کی رد اس طرح کرنا چاہتے تو میرے خیال میں اس انداز میں ان سے بھی ممکن نہ تھا''۔

یہی فاضل اجل دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''احقاق الحق و مجالس المومنین ان دونوں کتابوں کی نفاست و شرافت اس مرتبے کو پہنچی ہوئی ہے کہ محقق ومحدث مولانا محمد تقی مجلسی اول نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شیعہ پر لازم ہے کہ ان دونوں کتابوں کو وہ اپنے پاس ضرور رکھے''۔ (مراۃ الحق صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ)

صوارم مہرقہ:

آپ کے آخری ایام میں علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کی ''صواعق محرقہ'' ہندوستان پہنچی۔ اس کتاب کی بھی اہلسنّت میں بڑی دھوم ہوئی۔ آپ نے اس کے جواب میں صوارم مہرقہ تالیف فرمائی۔ غرض کہ جناب شہیدؒ نے حمایت مذہب کے سلسلے میں جلیل القدر کتابیں تالیف فرمائیں جن میں مخالفین کے اعتراضات والزامات کے دندان شکن جواب دیئے اور شیعہ مذہب کی حقانیت وصداقت اوراس کی حقیقت وقدامت کو ثابت کیا۔

مصنفات شہید ثالثؒ

﴿۱﴾ تفسیر:

۱۔ انس التوحید فی تفسیر آیۃ العدل والتوحید — عربی

۲۔ تفسیر آیۂ انما المشرکون نجس — عربی

۳۔ تفسیر آیۂ رویا — عربی

۴۔ تفسیر آیۂ قال الملک انی اری سبع بقرات... الآیہ — عربی

۵۔ تفسیر آیہ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح۔۔صدروہ للاسلام — عربی

۶۔ کشف العوارنی تفسیر آیۃ الغار — عربی

۷۔ تفسیر آیۂ تطہیر ورد کلام فخر رازی متعلق بہ آیۂ تطہیر — مطبوعہ

۸۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی — عربی

۹۔ حاشیۂ ثانی بر تفسیر بیضاوی — عربی

﴿۲﴾ فقہ:

۱۰۔ تذھیب الاکمام فی شرح تھذیب الاحکام — عربی

(خود شہید کے ہاتھوں کا لکھا ہوا قلمی نسخہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں موجود ہے)

۱۱۔ غایۃ المرام شرح تہذیب الاحکام — عربی

۱۲۔ حاشیہ بر قواعد الاحکام علامہ حلیؒ — عربی

۱۳۔ حاشیہ بر مختلف الشیعہ فقہ — عربی

۱۴۔ لمعہ فی صلوٰۃ الجمعہ — عربی

۱۵۔ رسالہ فی نجاسۃ الخمر — عربی

۱۶۔ رسالہ فی مسئلۃ الکفارۃ — عربی

۱۷۔ رسالہ فی رکنیۃ السجدتین — عربی

۱۸۔ رسالہ فی غسل الجمعہ — عربی

۱۹۔ رسالہ فی مسئلہ لبس الحریر — عربی

۲۰۔ ردّ رسالہ ابن ابی عقیل واثبات مسلک فقہا بمجرّد ملاقات نجاست نجس شود — عربی

۲۱۔ رسالہ فی تقدیر الماء الکثیر الذی حکم علیہ الشارع بالتطہیر (تالیف در لاہور) — عربی

۲۲۔ منتخب کتاب المحلی لابن حزم اندلسی فقہ اہلسنّت — عربی

۲۳۔ رسالہ فی ردما الفہ تلمیذ ابن الہمام فی بیان اقتداء الحنفیہ بالشافعیہ فقہ اہلسنّت — عربی

۲۴۔ حاشیہ شرح وقایہ (فقہ اہلسنّت) — عربی

۲۵۔ حاشیہ بر ہدایۃ (اس میں مبحث مسح الرجلین پر بحث ہے) — عربی

﴿۳﴾ اصولِ فقہ:

۲۶۔ حاشیہ شرح تہذیب الاصول — عربی

۲۷۔ تعلیقات بر شرح مختصر الاصول قاضی یحییٰ شافعی — عربی

(اس میں آپ نے قیاس کے باطن ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں)

﴿۴﴾ حدیث وافکار:

۲۸۔ شرح مقدمۃ المصابیح للبغوی — عربی

۲۹۔ عدۃ الابرار — عربی

۳۰۔ رسالہ در فضیلت عبد الشجاع — عربی

﴿۵﴾ کلام:

۳۱۔ احقاق الحق — عربی مطبوعہ

۳۲۔ مصائب النواصب — عربی مطبوعہ

۳۳۔ صوارم مہرقہ رد صواعق محرقہ — عربی مطبوعہ

۳۴۔ شرح اثبات واجب جدید — عربی مطبوعہ

۳۵۔ شرح اثبات واجب قدیم — عربی مطبوعہ

۳۶۔ حاشیہ بر بحث عذاب قبر از شرح عقائد — عربی مطبوعہ

۳۷۔ واقعہ الشقاق والنفاق — عربی مطبوعہ

۳۸۔ نہایۃ الاقدام — عربی مطبوعہ

۳۹۔ رسالہ رفع القدر — عربی مطبوعہ

۴۰۔ حل العقال — عربی مطبوعہ

۴۱۔ البحر العزیز — عربی مطبوعہ

۴۲۔ الذکر الابقیٰ — عربی مطبوعہ

۴۳۔ تحفۃ العقول — عربی مطبوعہ

۴۴۔ موائد الانعام — عربی مطبوعہ

۴۵۔ حاشیہ بر رسالہ اجوبۂ فاخرہ — عربی مطبوعہ

۴۶۔ عشرۂ کاملہ — عربی مطبوعہ

۴۷۔ سبعۂ سیارہ — عربی مطبوعہ

۴۸۔ رسالہ در حقیقت عصمت — عربی مطبوعہ

۴۹۔ رسالہ در رد شبہات شیطان — فارسی

۵۰۔ انموذج یا جلالیہ — عربی

(یہ بہ عہدِ اکبر اعظم اسی کے نام پر معنون کر کے لکھا) سال تالیف ۹۹۲ھ)

۵۱۔ رسالہ ردِ مقدمات صواعق — عربی

۵۲۔ السحاب المطیر — عربی

۵۳۔ حاشیہ بر بحث امامت شرح تجرید — عربی

۵۴۔ شرح مبحث حدوث عالم از انموذج دوانی — عربی

۵۵۔ حاشیہ بر حاشیہ خطائی — عربی

۵۶۔ رسالہ در رد تصحیح ایمان فرعون — عربی

۵۷۔ رسالہ فی رد رسالہ الکاشی — عربی

۵۸۔ حاشیہ بر رسالہ تحقیق کلام بدخشی — عربی

۵۹۔ رسالہ فی رد ما کتب بعضھم نے نفی عصمۃ الانبیاء — عربی

۶۰۔ رسالۃ فی رد شبہۃ فی تحقیق العلم الالٰہی — عربی

۶۱۔ حاشیہ بر مبحث معاد شرح تجرید — عربی

۶۲۔ النور الانوار والنور الازہر فی خفایا رسالۃ القضا والقدر — عربی

(استقصاء النظر فی بحث القضاء والقدر۔ علامہ پر بعض نواصب نے ایراد کیا تھا اس کے جواب میں لکھا۔ ۱۰۱۸ھ میں تالیف فرمایا)

۶۳۔ حاشیہ الانموذج علیٰ مبحث حدوث العالم — عربی

۶۴۔ حاشیۃ الحاشیہ القدیمۃ علی شرح التجرید — عربی

۶۵۔ گوہر شاہوار — فارسی

٦٦۔ حاشیہ علیٰ شرح التجرید القوشجی علیٰ مبحث المعاد — عربی

٦٧۔ حاشیہ علیٰ شرح التجرید القوشجی علی مبحث الامامۃ — عربی

٦٨۔ جواب ائلہ سید حسن — فارسی

٦٩۔ اللطائف فی بیان وجوب اللطف — عربی

٧٠۔ النظر السلیم — عربی

٧١۔ حاشیہ شرح مواقف — عربی

﴿٦﴾ منطق:

٧٢۔ حاشیہ بر شرح شمسیہ قطبی — عربی

٧٣۔ شرح بدیع امیر — عربی

٧٤۔ حاشیہ بر حاشیہ تہذیب ملا جلال — عربی

٧٥۔ حاشیہ بر حاشیہ جلالیہ بر تہذیب المنطق — عربی

﴿٧﴾ فلسفہ:

٧٦۔ حاشیہ بر حاشیہ قدیمہ — عربی

٧٧۔ حاشیہ بر حاشیہ شرح تجرید — عربی

٧٨۔ حاشیہ بر الہیات شرح تجرید — عربی

٧٩۔ حاشیہ ورّدِ چلپی بر شرح تجرید اصفہانی — عربی

٨٠۔ حاشیۂ قدیمہ — عربی

٨١۔ در بیان انواع کم — عربی

٨٢۔ رسالہ فی انّ الوجوہ لا مثل لھا — عربی

۸۳۔ حاشیہ بر بحث اعراض شرح تجرید — عربی

۸۴۔ حاشیہ بر مبحث جواہر شرح تجرید — عربی

۸۵۔ شرح مبحث جواہر حاشیۂ قدیمہ — عربی

۸۶۔ حاشیہ میبذی — عربی

﴿۸﴾ ریاضی:

۸۷۔ حاشیہ بر شرح چغمنی — عربی

۸۸۔ حاشیہ بر تحریر اقلیدس — عربی

﴿۹﴾ رجال:

۸۹۔ مجالس المومنین — عربی

۹۰۔ رسالہ اثبات تشیع سید محمد نور بخش — فارسی مطبوعہ

۹۱۔ رسالہ در ذکر اسمائے رواۃ المخالفین (جو وضاع حدیث ہیں) — عربی

۹۲۔ حاشیہ خلاصۃ الرجال علامہ حلی — عربی

﴿۱۰﴾ صرف ونحو:

۹۳۔ حاشیہ بر شرح جامی — عربی

۹۴۔ رسالہ در تعریف ماضی

۹۵۔ رسالہ بحثِ تحذیر — عربی

﴿۱۱﴾ معانی وبیان:

۹۶۔ حاشیہ بر مطول — عربی

﴿۱۲﴾ ادب:

۹۷۔ دیوان قصائد	ادب فارسی و عربی
۹۸۔ شرح خطبۂ عضدی	عربی
۹۹۔ حاشیہ خطبہ شرح مواقف	عربی
۱۰۰۔ رسالہ گل و سنبل	فارسی
۱۰۱۔ شرح رباعی شیخ ابوسعید ابن ابی الخیر	فارسی
۱۰۲۔ دیوان اشعار	فارسی
۱۰۳۔ کتاب منشات	فارسی

﴿۱۳﴾ ادعیہ:

۱۰۴۔ شرح دعائے صباح امیر المومنین (۹۹۰ھ میں تالیف فرمایا)	فارسی
۱۰۵۔ مجموعۂ ادعیہ و اوراد	عربی

اولاد امجاد:

جناب علامہ قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ والرضوان کے پانچ فرزند تھے۔ چنانچہ صاحب فیض الالہ، فی ترجمہ القاضی نور اللہ فاضل جلیل جلال الدین حسینی فرماتے ہیں کہ محفل فردوس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب قاضی صاحب کے پانچ فرزند تھے جو سب کے سب علماء و فضلاء میں داخل تھے۔

۱۔ شریف بن نور اللہ (صاحب علم و فضل و تصنیف و تالیف تھے) روز جمعہ ۵ ربیع

الثانی ۱۰۴۰ھ کو آگرہ میں انتقال کیا۔

۲۔سید محمد یوسف (یہ بھی صاحب علم وفضل تھے اور شاعر بھی تھے)۔

۳۔علماء الملک (صاحب محفل فردوس یہ بھی عالم باعمل و با کمال تھے)۔

۴۔ابوالمعالی بن نوراللہ (یہ بھی عالم باکمال وشاعر تھے) روز پنجشنبہ تیسری ذیقعدہ ۱۰۰۴ھ میں ولادت باسعادت ہوئی اور ماہ ربیع الثانی ۱۰۴۱ھ وفات ہوئی۔

۵۔علماء الدولہ (یہ سب سے چھوٹے فرزند تھے صاحب علم وفضل تھے۔ ماہِ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ میں ولادت ہوئی۔

قبر شہید ثالث کا پہلا زائر:

اول:

اب تک کی تلاشی وتحقیق وجستجو کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ سب سے پہلے جو بزرگ روضۂ شہید کی زیارت سے مشرف ہوئے وہ علامہ فردوس مآب رضوان اللہ علیہ صاحب عبقات الانوار ہیں، چنانچہ جب آپ آگرہ ۱۲۷۰ھ میں تشریف لے گئے اور زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے ایک بزرگ دوست کو خط لکھا۔ اس خط میں شہید کے فضائل بھی ہیں ہاں ایک امر ضرور ہے کہ جب آپ تشریف لے گئے تو بالکل غیر آباد تھا کوئی کسی سے نشانات کو نہیں بتاتا تھا۔ اس خط میں علامہ نے جو تمنائیں کی تھیں وہ بحمدہ اس وقت پورے طور پر پائی جارہی ہیں۔ نیز یہ کہ ایک علامہ جس طریقے سے عالم کے فضائل ومعارف کو بیان کرسکتا ہے دوسرا یقینی طور پر بیان نہیں کرسکتا۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

آگرہ میں زیارت سے ضریح مطہر ومنور جناب قاضی نوراللہ مرقدہ وعظم مشہدہ کی زیارت سے فائز ہوا۔ جناب علامہ شہید اور ولی رشید برگزیدہ وسعید بڑے عالم اور

فائدہ بخشنے والے تھے۔نہایت عالی فہم اور عمدہ کلام کرنے والے تھے۔سرفراز بزرگ اور عالم متبحر دوست کار تھے۔اسرار کا چشمہ تھے۔انوار کے معدن تھے۔ان کے فضائل بلند اور ان کے کرامات روشن تھے۔انہوں نے اصول وفروغ دین کے مضبوط کرنے میں بڑی سعی کی۔علم کی قندیلیں اور شمعیں روشن کیں،شریعت کے مکان محفوظ سے اعداء کو دور رکھا۔منازل بلند آخرت کے حاصل کرنے میں بڑی کوشش کی۔شبہات شیاطین کو باطل کیا۔حیرت زدہ لوگوں کو گمراہی کے مقامات سے بچاتے رہے احقاق حق کی ہدایت کی راہیں واضح کیں۔مکابرہ کرنے والوں کے سر توڑ دیئے۔ان کو پشہ سے زیادہ حقیر کر دیا۔نواصب کے ظلم ظاہر کر دیئے۔ان کو عذاب پائندہ سے معذب کیا ان کی پوست شمشیر براں سے کھینچ لیا۔ان کو غم شدید میں مبتلا کیا۔ان کے فضائل کا آوازہ تمام اطراف میں پھیلا۔ہر میدان ان کی افادیت سے سرسبز ہو گیا۔یہ بڑے سندی سید اور متکلم مستند تھے۔میری آنکھیں ان کے مزار کے دیکھنے سے روشن ہو گئیں اور مجھ پر انوار حق اس کی چمک سے نمایاں ہو گئے۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس مزار کو باطل عقیدہ رکھنے والا دیکھے تو مومن ہو جائے اور اگر دل میں شک رکھنے والا اس کا مشاہدہ کرے تو صاحب یقین ہو جائے۔اس روضہ سے سعادت کی خوشبوئیں پھیلی ہوئی ہیں اور شہادت کی معطر ہوائیں چلتی ہیں۔انسان کا دل اگر پتھر کا بھی ہو تو وہاں نرم ہو جائے اور ہر متکبر اس کی عظمت کے سامنے تواضع اختیار کرتا ہے۔باوصف یہ کہ یہ قبر پاک جس کی خوشبو پھیلتی رہتی ہے ایسے حال میں ہے کہ اس پر تعمیر کی زینت اور آرائش کا سامان جیسے اور قبور پر ہے مطلقاً نہیں ہے بلکہ ایسے مقام غیر آباد بلکہ جنگل میں موجود ہے کہ سوائے کوشش بلیغ سے تلاش کرنے والے کے جو بڑا تعب اٹھائے اور کوئی اس حد تک نہیں پہنچ سکتا۔یہاں تک کہ عجب نہیں ہے اگر اس کا نشان بھی مٹ جائے اور کچھ

خبراس کی معلوم نہ ہواس لئے کہ حق اس شہر میں نہایت پوشیدہ اوراس شہر کے ظالم لوگوں پر جہل غالب ہے لیکن خدا تو اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا اور حق کا ظہور ضرور زیادہ ہوگا اس شہر کے اہل عناد سے اگر کوئی غریب اس قبر شریف کا پتا پوچھتا ہے تو اس کو نہیں بتاتے یا تو جہل کی وجہ سے یا دشمنی کے سبب سے باوصف علم کے۔ان کا مقصد یہ ہے کہ نورِ خدا کو اپنے منہ سے خاموش کر دیں۔مگر خدا ضرور اپنے نور کو تمام کرے گا۔ اگر چہ کافروں کو برا ہی معلوم ہو۔ (صفحہ ۴۲ مشہد ثالث مولفہ علامہ عزیز لکھنوی)

دوم:

آگرہ سے ''الشہید'' ایک مجلّہ مستقل طور پر نکلا کرتا تھا۔جو کہ زمانے کے حوادث کا شکار ہوگیا۔اس مجلّہ میں ایک باب ''باب المسائل'' کے نام سے تھا جس میں جناب علامہ ناصر الملت رحمتہ اللہ کے جوابات شائع ہوتے تھے۔چنانچہ الشہید ۱۳۴۲ھ کے رسالے میں ایک سائل سوال کرتا ہے۔

سوال: جناب قاضی سید نوراللہ شوستریؒ کے مزار پر بغرض طلب حاجت جانے میں حضور کی کیا رائے ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کچھوچھہ کا جانا اور مزار قاضی پر جانا یکساں ہے۔ان کا خیال کہاں تک پایہ اعتبار کو پہنچا ہے۔

الجواب و باﷲ التوفیق۔زیارت مرقد مطہر جناب قاضی نوراللہ شوستریؒ اعلیٰ اللہ مقامہ' نہایت مناسب ہے اور بہت زیادہ موجب ثواب ہے اس لئے کہ و جناب سید بھی ہیں عالم بھی ہیں یہ مراتب بہت کم جمع ہوسکتے ہیں ایسے بزرگوں کی زیارت قبور بعد زیارت قبور معصومینؑ کے مرتبہ اور فضیلت میں ہے اور جس شخص کو زیارت قبور معصومینؑ سے محرومی ہو وہ ایسے قبور کی زیارت سے مستفید ہوسکتا ہے اس لئے جناب امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا ہے:

یعنی جو شخص قادر نہ ہو ہماری قبور کی زیارت کرنے پر اسے چاہئیے کہ وہ زیارت کرے ہمارے اخوان الصالحین کی اور جناب امام جعفرؑ صادق نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''یعنی جو شخص نہ قادر ہو ہمارے ساتھ نیکی کرنے پر اسے چاہئے کہ وہ نیکی کرے ہمارے صالح دوستوں کے ساتھ کہ لکھا جائے گا اس کے لئے ثواب ہمارے ساتھ نیکی کرنے کا اور جو شخص نہ قادر ہو ہماری زیارت پر اسے چاہیئے کہ وہ زیارت کرے ہمارے صالح دوستوں کی کہ لکھا جائے گا اس کے لئے ثواب ہماری زیارت پر'' اور یہ دونوں حدیثیں کتاب وسائل الشیعہ میں موجود ہیں اور جو کلام فاسد وخیال باطل بعض لوگوں کا سوال میں مذکور ہے وہ لغو محض ہے اور سراسر بے ادبی بلکہ بے دینی ہے۔ واللہ العالم عقیدت کے چند انمول جواہر جن کو پیش کیا یقینی طور پر وہ سارے سوالات جو ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں مثل تار عنکبوت کے ٹوٹ جاتے ہیں۔

تعمیر مزار اقدس

شہید ثالث قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ

جناب قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ کا مزار اقدس شمالی ہند کے مشہور تاریخی شہر آگرہ میں دیال باغ روڈ پر واقع ہے اور مرجع خواص وعوام ہے۔ مزار اقدس کی تعمیر کی مختصر تاریخ حسبِ ذیل ہے۔

سید شبیر حسین محسن صاحب متوطن محلّہ نوایاں قصبہ موہان ضلع اناؤ ۱۹۱۶ء میں ایک رسالہ حالات شہید ثالث علیہ الرحمہ پر بنام ''ذکر حمید در احوال نور اللہ شہید (مطبوعہ اثناء عشری لکھنؤ) تالیف فرمایا تھا جس میں مزار اقدس کی ابتدائی تعمیر کے متعلق تحریر ہے کہ قاضی صاحب کی قبر مدت تک بے نشان رہی مگر عرصہ کے بعد منصور خان صوبیدار آگرہ نے ظاہر کیا ورنہ ایک فرضی قبر کی زیارت ہوتی تھی۔ آگرہ میں ایک محلّہ کا بازار ہے۔

اس کے ملحق منصور خان کی گذری اسی منصور خان کی یادگار ہے۔ یہ مزار آگرہ میں عدالت دیوانی کے قریب نہر کے پار ہری پربت کے پاس ایک پختہ احاطہ میں واقع ہے جس کا دروازہ مشرق رویہ ہے۔ اس قبرستان میں مومنین کی بہت سی قبریں جو آپ کے مزار کے چاروں طرف ہیں اور ان پر اکثر قطعات تاریخ وفات پتھروں پر کندہ ہیں۔ اسی احاطہ میں تین در کی ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جس کو شاید دہلی کی کسی شہزادی نے تعمیر کیا تھا۔ اسی طرف چند اہل ایران کی قبریں بھی ہیں اور ان کے مجتہد خاص قاضی صاحب کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔ صفویہ سیّد قندھاری بیگم کے باغ میں اس کی قبر بھی ہے۔ یہ بیگم شاہزادی ایران، نسلِ امام موسیٰ کاظم علیہ اسلام سے شیعہ مذہب تھی۔

ایک سو انہتر (۱۶۹) سال کے بعد روضہ کی تعمیر ہوئی جس میں دس مدور در ہیں اور جس کو ۱۲۹۰ھ میں سید علی نقی ڈپٹی کلکٹر نے تعمیر کرایا جس کی تاریخِ تعمیر مرزا حاتم علی بیگ مرحوم لکھنوی نے تصنیف فرمائی یہ ہے:

بحکم حاکم بظلم تعب کشیدہ شہید ثالث — غریب و بیکس بزرگ و سید ستم رسیدہ شہید ثالث
زبان حق گوشی بگفتی بگوش ناحق شنوگراں بد — بکام ناکام زہر تیغ جفا چشیدہ شہید ثالث
نیا شہادند اہل عرفاں مکان آں آفتاب ایماں — خوش آسمانے بریں زینے کہ آرمیدہ شہید ثالث
چو خواست مہر سخن سرا زیں مکان نشانی بگفت ہاتف — چہ غرجہ شد بسال ہجری زباں بریدہ شہید ثالث

۱۳۵ـ۶۰

۱۹۰۳ء میں بکوشش سید کفایت حسین تحصیل دار خان بہادر سید ابوالحسن تحصیل دار و سید ناظم حسین وکیل و دیگر مومنین دروازے لگائے گئے۔

قطعہ تاریخ شہادت جو لوح قبر پر کندہ ہے۔

مرد منور سید نور اللہ شوستری الحسینی:

عالے اطفائے نور اللہ کرد — قرۃ العین نبی راسر برید

سال قتل حضرتش ضامن علیؑ   گفت نور اللہ سید شد شہید

۱۰۱۹ھ

مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی صاحب اعلی اللہ مقامہ، سیکریٹری مزار اقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ در احوال شہید مطبوعہ ۱۳۸۲ھ میں ارقام فرماتے ہیں۔ شہادت کے بعد شہید علیہ الرحمہ کی لاش مبارک کو شہر (شہر اکبر آباد عرف آگرہ) سے غیر آباد جنگل میں ڈال دیا گیا اور دفن کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ کئی دن کے بعد جب بادشاہ نے ایک ہولناک خواب دیکھا تو دفن کرنے کی اجازت دی۔

ایک مشہور روایت یہ بھی ہے کہ نو وارد ایرانی تاجر نے خواب میں جناب سیدۂ عالمیان صلوٰۃ علیہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا کہ میرا فرزند نور اللہ بے دفن و کفن پڑا ہے۔ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہو۔ یہ سن کر وہ شریک دفن ہوا۔ جناب شہید کی عظمت و جلالت کے پیش نظر کوئی مومن اس خواب کے متعلق شک و شبہ نہیں کرسکتا۔ بہر حال جناب شہید کے دفن ہو جانے کے بعد آپ کے جلیل القدر فرزند قبر مقدس کے مجاور رہے لیکن ایک سال بعد پنجم ربیع الاول کو ۱۰۲۰ھ کو آپ راہی جنت ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کے قریب ہی ہمیشہ کے لئے آسودۂ حال ہو گئے۔

اس مقدس مقام پر اکثر علماء و اکابر بھی سپرد خاک کئے جاتے رہے ہیں۔ اکثر قبور کے نشانات مٹ چکے ہیں اور بعض اب تک ظاہر و ہویدا ہیں۔

۱۱۹۱ھ میں سید علی اکبر بن معز الدین محمد الحسین الرضوی النیشاپوری دفن کئے گئے جن کی قبر جناب شہیدؒ کے پائیں پازنانے کمرے میں موجود ہے۔

۱۱۹۳ھ میں میر نصر اللہ بن شہاب موسوی جو بظلم شہید کئے گئے تھے یہاں سپرد خاک کئے گئے۔ سال تاریخ جو قبر پر ہے وہ یہ ہے۔

چوشد مقتول گفتم سال تاریخ   شہیدی جنتی شد سید پاک
۱۱۹۳ھ

اس سال باپ کے غم میں سید حسن موسوی بن نصر اللہ نے بھی انتقال فرمایا اور قریب میں دفن ہوئے۔ تعویذ پر تاریخ یہ ہے۔

یارب از بہر محمد با علی محشور باد ۱۱۹۴ھ

۱۲۱۲ھ میں امیر ابو المعالی بن روح الامین یہاں دفن ہوئے۔ لوح پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

''ذات عالی'' گشت سال رحلتش ۱۲۱۲ھ

حوادث ایام و امتداد زمانہ کی وجہ سے جب مرقد مبارک خراب وخستہ حالت میں ہوگیا تو محمد شاہ کے زمانے میں جب کہ امیر الامراء ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں متوفی ۱۱۹۶ھ مختار کل ممالک محروسہ تھے اور وزارت عظمٰی پر فائز تھے۔ انہی کے دوران وزارت میں میر محمد منصور موسوی نیشا پوری نے جو آگرہ کے گورنر تھے ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء میں مرقد منور کی تجدید کی اور مسقّف عمارت تعمیر کروائی جس کے در مدور بغیر دروازوں کے تھے اور اس کے چاروں طرف پرفضا باغ لگوایا۔ محمد وحید اللہ بدایونی اپنی تاریخ ہندوستان موسومہ تاریخ نو میں تحریر کرتے ہیں۔

درحین صوبہ داری اکبر آباد از امیر منصور بسیار کار عمدہ بظہور رسید از انجملہ مقبرہ سید نور اللہ شوستری بعمارت نفیس و متین و باغ بسیار کار عمدہ و رنگین تعمیر و تعریض نمود۔

ترجمہ: امیر منصور موسوی نے اکبر آباد کی صوبہ داری کے زمانے میں بہت سے اچھے کام کیے۔ منجملہ ان کے سید نور اللہ شوستریؒ کا مقبرہ ہے جو ایک نفیس و متین عمارت ہے اور اس کے چہار جانب بہت ہی عمدہ سرسبز و

رنگین باغ لگوایا۔ (تاریخ نو صفحہ ۴۸، مطبوعہ مطبع احمدی)

میر منصور موسوی نے مرقدِ شہیدؒ سنگ سرخ کا ایک کتابہ بھی نصب کیا تھا جو اس وقت آپ کے پائین منور کی دیوار میں نصب ہے۔ اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

مرقد مطہر مفجعہ سید سندی عالی مقدار شہید سعید والا تبار بہار باغ امامت سحاب گلشن سیادت برق کشت زار اہل ضلالت پیشوائے فرقیہ ناجیہ باسعادت یادگار شہسوار یثرب وبطحا چشم و چراغِ شہید کربلا آفتاب آسمان ہدایت و رہبری ابو الفضائل سید نور اللہ شوستری نور اللہ مفجعہ کرور ۱۰۹۱ھ بدرجہ شہادت فائز گشتہ و مرمت مرقد مطہرش در ۱۱۸۸ھ بشہود پیوستہ۔

مقبرہ شہیدؒ کی تعمیر کے بعد ایک مغلیہ شہزادی نے مزار مبارک کے قریب ایک چھوٹی سی سہ دوری مسجد کو تعمیر کرایا تھا جو اب تک موجود ہے۔

جب زمانہ کی مخالف ہواؤں سے باغ نذر خزاں ہوگیا تو سرسبز و شاداب درختوں کی جگہ جنگلی خار دار جھاڑیوں نے لے لی اور مومنین کی غفلت و بے توجہی سے مقبرہ نے شکستہ ہو کر خرابہ کی شکل اختیار کر لی اور اس نشان شیعت کا کوئی بتلانے والا نہ رہا۔ امکان تھا کہ قبر مطہر ہمیشہ کے لئے نگاہ سے پوشیدہ ہو جاتی اس وقت خداوندِ عالم نے ایک مرد حق آگاہ کو اس کی حفاظت کے لئے متعین فرمایا۔ آج سے ایک سو ستاون برس قبل کی بات ہے کہ ۱۲۷۱ھ میں جناب آیۃ اللہ فی العالمین فردوس مآب علامہ سید حامد حسین صاحب موسوی کنتوری اعلیٰ اللہ مقامہ' اور آپ کے بڑے بھائی علامہ سید اعجاز حسین صاحب مولف کشف الحجب والاشار ہندوستان کے نہ مٹنے والے ''نشانِ شیعت'' کو اجاگر کرنے کے لئے لکھنؤ سے آگرہ تشریف لائے۔ زیارت قبر مبارک پر جو جذبات آپ کے قلب میں ابھرے جناب کے مکتوب بنام مولوی علی صاحب پر بزبان عربی

سے واضح ہے آپ فرماتے ہیں:

جناب فردوس مآب کی توجہ دہانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں سید علی نقی جعفری پہرسری نے دوسرے مومنین کی مدد سے از سرنو اطاق نما عمارت مزار کو تعمیر کرایا۔ سال تاریخ اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

فرمود علی نقی مزارش تعمیر   گشتند جمیع مومنینش ہمراہ

سال تاریخ ایں مبارک روضہ   جناب نعیم مرقد نور اللہ

سید علی نقی صاحب سررشتہ دار کمشنری آگرہ نے مزار اقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کی تعمیر نو کے لئے اخبار الاخبار ۳ رجب ۱۲۹۰ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۸۷۳ء مطبوعہ مطبع اخبار الاخبار محلّہ فرنگی محل لکھنؤ میں شائع کرائی۔ اس اپیل کی روشنی میں مزار اقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کی تعمیرات سے متعلق بعض حقائق واضح ہوئے ہیں ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللّٰہ الذی ھدی الصلوٰۃ علی عبادہ الذین المصطفی

ارباب ہمت اور طالبان آخرت کی خدمت میں گزارش ہے کہ چونکہ وجود علماء کرام اور اولیائے عظام کا خصوصاً شہدائے ذوالامر حتشام نبص قرآنی مردہ بھی مثل زندہ ہیں حیاً ومیتاً اہل شہر کے واسطے بلکہ اہل اقلیم کے واسطے موجب استفاضۂ برکات اور باعث دفع بلیات دنیاوی ہوا کرتا ہے اور ایسے بزرگانِ دین کی خدمت اور ان کے مقابر کی زیارت سے انوار باطنی اور تزکیۂ معنوی حاصل ہوا کرتا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ جس جس شہر میں ایسے بزرگ عالی قدر موجود ہوں وہاں کے باشندے اس کی تعظیم و تکریم واعانت میں دریغ کریں۔ جس جس جگہ ایسے بزرگوار کے مزار ہوں تو وہاں کے رئیس ان کی ترمیم وتجدید کو فروگزاشت فرمادیں۔ بناء علیہ اس شہر آگرہ میں بہ عنایت

ایزدی منجملہ ایسے بزرگان دین کے مزار خالص الانوار عالم ربانی مجتہد صمدانی حامی ملت محمدی صاحب کمالات ظاہرہ ومعنوی رئیس المتکلمین کا سر اعناق، مخالفین قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالث نور اللہ مرقدہٗ کا مزار ایک ویران مقام میں موجود ہے اور اس جگہ کوئی مقام آسائش وآرام ان کے زائرین کے واسطے نہیں ہے۔ اگر چہ بعض مومنین اس شہر کے بالالتزام ہر پنجشنبہ کو ان کے اس مزار پر جا کر مجلس عزا اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور حتی القدور وہاں کی جاروب کشی وغیرہ و دیگر خدمت بجالاتے ہیں لیکن ان کو اس قدر وسعت نہیں کہ وہ اس قبر پر ایک مسکان مختصر مسقّف تعمیر کرادیں کہ جس کے نتیجے اہل مجلس تمازت آفتاب و بارش سے استفادہ ہو کر بیٹھیں اور باطمینان خاطر فاتحہ خوانی کریں چونکہ صاحب قبر وہ مقبول خدا ہے جس کی تجہیز وتکفین کے واسطے ذوالفقار الدولہ سپہ سالار جہانگیر بادشاہ کو جناب بضعۃ الرسول سیدہ بتول صلوٰۃ اللہ علیہ نے بمقام گوالیار عالم رویا میں حکم فرمایا تھا اور اس دیندار نے آگرہ مقام شہید سے نعش کو اٹھا کر دفن کرایا۔ لہٰذا بعض مومنین وارد آگرہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جس بزرگ کی عدم تجہیز و تکفین سے جناب سیدہؑ کو بے چینی ہو اس کے مزار کی ترمیم وتجدید اور تعمیر قبر بوسیدہ کرانا ضرور ہے۔ چنانچہ چند مومنین ذی ہمت کے اتفاق سے تخمینہ سو روپیہ فراہم ہو گیا ہے چار سو روپیہ کی اور ضرورت ہے لہٰذا حضرات مومنین اور محبان آئمہ طاہرینؑ کی خدمت میں گزارش ہے کہ جن جن حضرات کو اس کار خیر میں اعانت وامداد منظور ہو اور جناب سیدہ کی خوشنودی منظور ہو وہ حضرات حسب ہمت وتوفیق اس امر میں شریک ہوں اور عنداللہ زمرہ اسخیا اور مخیّر ان میں معدود اور محسوب ہوں۔

۱۳۱۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں مزار اقدس کے انتظام وانصرام کے لئے سرکار ناصر الملت کی سرپرستی میں انجمن معین الزائرین قائم ہوئی اور سالانہ مجالس یادگار شہید

ثالث علیہ الرحمہ کی بنا ہوئی۔ اس انجمن کے پہلے سیکریٹری جناب سید حسن عباس صاحب کنتوری منتخب ہوئے اور سید ناظم حسین صاحب متولی مزار مقرر ہوئے۔ مولانا سید حسن عباس صاحب کے دورِ نظامت میں ایوان مزار میں اضافہ ہوا اور ایک کمرہ مستورات کے لئے بھی تعمیر ہوا۔ متعدد حضرات کے عطاہائے کمرے تعمیر ہوئے اور ان کے نام کے کتبے کمروں اور دروازوں پر نصب کئے گئے۔ ایک کمرہ الحاج خورشید علی صاحب رئیس جلالی نے ۱۳۴۶ھ میں بحسب نذر صاحبزادہ سید علی ظہر صاحب تعمیر کرا کے وقف مزار مقدس فرمایا اور دو کمرے چوہدری سید ارشاد حسین صاحب ردولوی نے تعمیر کروائے۔ عظیم الشان صدر دروازہ بھی سرکار ناصر الملت کے عہد سرپرستی میں تعمیر ہوا۔

۱۳۱۶ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں سرکار ناصر الملت کی وفات کے بعد آپ کے خلف الرشید حجۃ الاسلام سرکار سعید الملت مولانا سید محمد سعید الموسوی النیشاپوری کنتوری مجتہد العصر مزار اقدس و انجمن معین الزائرین کے سرپرست مقرر ہوئے۔ اسی سال سرکار ناصر الملت کی نصیحت کے مطابق آپ کا جنازہ آگرہ لایا گیا اور چودہری سید ارشاد حسین صاحب ردولوی نے اپنے دونوں کمروں کو مزار ناصر الملت طاب ثراہ کے لئے وقف فرمایا اور ان دونوں کمروں کی کمی کو جناب رانی صاحب محمود آباد اور بلہرا نے دو اور بڑے کمرے معہ دو سائڈ روم و برآمدہ تعمیر کرا کے پورا کر دیا۔

سرکار سعید الملت اور آپ کے برادر بزرگ سرکار نصیر الملت طاب ثراہ مزار اقدس کی ترقی و بہبود کے لئے کوشاں رہے اور آپ نے سید ثامن حسن صاحب کو صدر انجمن معین الزائرین مقرر فرمایا جو انتظامات مزار اقدس میں سرگرم رہے۔ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں جناب مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی کو سیکریٹری مزار مقدس مقرر کیا گیا اور آپ بھی تاحیات امور مزار کی تکمیل میں نہایت سرگرم رہے۔

۱۹۴۷ء میں ہندو پاکستان کی تقسیم ہوئی۔ ہجرت سے قبل سیٹھ حاجی داؤد ناصر صاحب بمبئی نے مزار اقدس کے شمال اور جانب مشرق نہر کے پار کے پلاٹ خرید کر مزار اقدس کے لئے وقف فرما دیئے۔

۱۹۵۵ء میں سالانہ مجلس کے موقع پر سرکار نصیر الملت نے اپنے دستِ مبارک سے نوری ناصر باغ کی دوکانات کا سنگِ بنیاد رکھا اور رئیس التجّار الحاج سیٹھ یوسف علی ناصر صاحب بمبئی نے ۱۹۵۸ء میں مبلغ بیس ہزار روپے کا ڈرافٹ سرکار سعید الملت کی خدمت میں بھیجا۔ یہ رقم اور مومنین کے چندے کی رقومات سے نوری ناصر بازار کی تکمیل ہوئی۔ سرکار نصیر الملّت کی وفات ۱۱ مئی ۱۹۶۶ء کو ہوئی اور کربلائے معلیٰ (عراق) میں تدفین ہوئی۔

سرکار سعید الملت کی سرپرستی میں بہ تعاونِ خاص خطیب الایمان مولانا سید مظفر حسین صاحب طاہر جرولی مومنین کے گراں قدر عطیات سے ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں تیسری بار مزار مقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کی عمارت بطرز کربلا و نجف معہ منارہ وقبہ از سرِ نو تعمیر کی گئی اور قبر انور پر سنگ مرمر کی جالی دار چھتگری بھی بنوائی گئی۔

سرکار سعید الملت کی وفات ۱۱ ستمبر ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔ آپ کی تدفین آگرہ میں مزار ناصر الملت میں ہوئی۔ سرکار سعید الملت کی وفات کے بعد سرکار روح الملت مولانا سید علی ناصر سعید عبقاتی مجتہد العصر سرپرست مزار اقدس ہوئے۔

جناب مولانا الحاج سید سبط الحسن صاحب ہنسوی اعلی اللہ مقامہٗ نے ۷ اپریل ۱۹۶۸ء کو علیگڑھ میں وفات پائی اور آپ کا دفن مزار ناصر الملت میں واقع ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد جناب مولانا سعادت حسین خان صاحب مجتہد العصر مزار اقدس کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔

اجمالی جائزہ

بااعتبار سن ہجری وعیسوی

۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء	شہید ثالثؒ کی ولادت بمقام شوستر (ایران) ہوئی۔
۹۷۹ھ یا ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء یا ۱۵۷۳	آپ اپنے وطن شوستر سے مشہد مقدس تشریف لائے۔
۹۹۲ھ ۱۵۸۴ء	تبلیغ واشاعت مذہب کے لئے (بہ عہد شہنشاہ اکبر) ہندوستان تشریف لائے۔
۹۹۴ھ یا ۹۹۵ھ ۱۵۸۶ء یا ۱۵۸۷ء	جب اکبر اعظم لاہور میں وارد ہوا تو آپ کو قاضی شیخ معین متوفی ۹۹۵ھ کی جگہ پر قاضی القضاۃ لاہور مقرر کیا گیا۔
۹۹۸ھ ۱۵۸۹ء	اس مدت میں آپ نے مجالس المومنین کو تصنیف کیا۔
۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء	احقاق الحق کو تصنیف کیا اور اس کے بعد آپ نے الصوارم المہرقہ کو تصنیف کیا جو ۱۰۱۴ھ کے درمیان کی تصنیف ہے۔ یہی وہ تصانیف ہیں (خصوصاً احقاق الحق) جو آپ کی شہادت کا باعث ہوئیں۔

۱۸ جمادی الاخر ۱۰۱۹ھ ۷ ستمبر ۱۶۱۰ء	تبلیغ و اشاعت مذہب شیعہ کے جرم میں بادشاہ جہانگیر نے بضرب درہ خار دار آپ کو شہید کر ڈالا اور آبادی شہر سے دور سنسان جنگل میں آپ کی لاش مبارک کو بے غسل و کفن ڈال دیا گیا۔ تین دن بعد اسی سنسان بیابان میں آپ دفن ہوئے اور سنگی مرقد مبارک بنایا گیا۔
سنہ ۱۰۲۰ھ ۱۶۱۱ء	شہید ثالث کے فرزند اکبر سید شریف الحسینی (جو مجتہد العصر تھے) اور قبر شہید کی مجاوری کرتے تھے۔ انتقال کیا اور اپنے پدر بزرگوار کے جوار میں دفن ہوئے۔
سنہ ۱۱۴۸ھ ۱۷۳۵ء	اموات مومنین اس مقام پر دفن ہونے لگے۔
سنہ ۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء	امتداد زمانہ کی وجہ سے مرقد منور شکستہ حالت میں ہو چکا تھا۔ سید محمد منصور موسوی نیشاپوری نے مرقدِ منور پر مسقّف عمارت (جس میں مدوّر در بغیر دروازوں کے تھے) تعمیر کرائی اور قبر پر سنگِ سرخ کا ایک کتبہ نصب کیا۔ موجودہ عمارت نو میں یہ کتبہ زنانہ کمرہ میں نصب ہے جو پائین پا واقع ہے۔
سنہ ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۴ء	حوادث زمانہ اور مومنین کے بے توجہی سے عمارت مزار منہدم ہو گئی اور اس کے ملبے کے نیچے مرقد شہید

پوشیدہ ہو گیا۔ سنسان جنگل پہلے سے تھا ہی اب خود
جھاڑیوں اور خاردار درختوں کی افزائش کی وجہ سے
یہ مقام خوفناک درندوں اور موذی حشرات الارض کا
مسکن ہو گیا۔ یہاں تک کہ قبر کا نشان بتلانے والے
بھی نہ رہے۔ اس موقع پر دنیائے شیعت کی نامور
روحانی ہستی آیت اللہ علامہ سید حامد حسین موسوی
نیشاپوری مجتہد العصر مصنف عبقات الانوار قبر مطہر
شہید کو تلاش کرنے کے لئے مع اپنے برادر علامہ سید
اعجاز حسین موسوی نیشاپوری مصنف کشف الحجب
والاستار آگرہ تشریف لائے اور بڑی زحمت وتعب و
مشقت کے بعد مرقد شہید کو کشف کر کے نمایاں کیا
اور مومنین کو شہید ثالث کی جلالت قدر سے آگاہ کر
کے پھر سے نئی عمارت بنانے کی طرف متوجہ کیا۔

جناب فردوس مآب علامہ سید حامد حسین موسوی ۱۲۹۰ھ
نیشاپوری مجتہد العصر کی سرپرستی میں زیر اہتمام سید ۱۸۷۳ء
علی نقی صاحب جعفری پہرسری باغات مومنین سابقہ
عمارت کی بنیاد پر دوسری عمارت تعمیر ہوئی۔ اس میں
بھی صرف مدوّر در تھے۔ دروازے نہ تھے۔

سرپرست مزار جناب فردوس مآب نے انتقال فرمایا ۱۳۰۶ھ
اور ان کے خلف الصدق جناب آیۃ اللہ ناصر الملت ۱۸۸۸ء

والدین مولانا سید ناصر حسین صاحب موسوی نیشاپوری مجتہد العصر نے مزار اقدس کی سرپرستی کے فرائض انجام دینے شروع کئے اور اپنے والد علام کی طرح مزار اقدس کو تاحیات مزید ترقی دیتے رہے۔

چونکہ مزار تک پہنچنے کے لئے دیوانی کچہری کے بعد راستہ بہت زیادہ خراب اور ناہموار تھا اس لئے ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں حسبِ خواہش سرکار ناصر الملت و بہ سعیٔ نواب سر فتح علی خان قزلباش لاہور دیوانی کچہری سے نہر تک گورنمنٹ نے پختہ سڑک بنوائی اور مزار سے نہر تک (مع پل) مومنین کے چندے سے سڑک بنوائی گئی۔ اسی سال سرکار ناصر الملت کی زیر سرپرستی مزار کی نگرانی و انصرام امور کے لئے انجمن معین الزائرین قائم ہوئی اور سالانہ مجالس یادگار شہید کی بنیاد پڑی۔ اس انجمن کے پہلے سیکریٹری مولانا سید حسن عباس موسوی نیشاپوری منتخب ہوئے اور سید ناظم حسین صاحب متولی مزار نے تولیت مزار کی تمام ذمہ داریاں اس انجمن کے سپرد کردیں۔ مولانا سید حسن عباس صاحب موسوی کے دورِ نظامت میں ایوان مزار کا اضافہ ہوا۔ ایک کمرہ مستورات کے لئے بنا۔

سنہ ۱۳۳۱ھ
۱۹۱۲ء

اندرون مزار مرمری فرش و مرمری منبر بنا، آہنی پنڈال سالانہ مجالس کے لئے نصب کیا گیا۔ مشرقی کمرے قیام زائرین کے لئے اور عظیم الشان پھاٹک ودیگر عمارت کی تعمیر ہوئی۔ سرکار ناصر الملت کے ارتحال کے بعد ان کے خلف الصدق حجۃ الاسلام سرکار سعید الملت مولانا سید محمد سعید الموسوی النیشاپوری مجتہد العصر مزار اقدس و انجمن معین الزائرین کے سرپرست ہوئے۔ اس سال حضرت صدرالمحققین سرکار ناصر الملت کی وصیت کی بناء پر سرکار طاب ثراہ کا جنازہ لکھنؤ سے لایا گیا اور چوہدری سید ارشاد حسین صاحب مرحوم رئیس رودلی ضلع بارہ بنکی نے اپنے تعمیر کردہ دو کمروں کو مزار ناصر الملت کے لئے مخصوص کردیا اور ان متذکرہ کمروں کی کمی کو سرپرست مزار سرکار سعید الملت مدظلہ اور سرکار نصیر الملت طاب ثراہ کی توجہ دہانی سے دو بڑے خوش نما کمروں (مع دو سائیڈ روم و برآمدہ) کے جناب رانی صاحبہ محمود آباد نے زر کثیر صرف کر کے قیام زائرین کے لئے تعمیر کرا کے پورا کیا۔

سرکار سعید الملت مدظلہ اور موصوف کے برادر بزرگ سرکار نصیر الملت طاب ثراہ برابر مزار اقدس

کی ترقی و بہبود کے لئے کوشاں رہے اور صدر انجمن معین الزائرین سید ثامن صاحب مزار اقدس سے اپنی فطری دلچسپی اور عقیدت کی بناء پر ان امور میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔

سرپرست مزار سرپرست انجمن معین الزائرین سرکار سعید الملت مدظلہ نے مزار اقدس و انجمن کی نظامت کے فرائض بحیثیت آنزیری جنرل سیکریٹری مولوی سید سبط الحسن ہنسوی کے سپرد فرمائی اور میں نے باوجود اپنی ضعیفی کے یا علیؑ کہہ کر اس بار عظیم کو اٹھایا اور خوش قسمتی سے سرکار کی سرپرستی و سربراہی میں مزار مقدس کو نمایاں ترقیاں حاصل ہونے لگیں۔

مولوی سبط الحسن ہنسوی کے دورِ نظامت تولیت میں ۱۳۸۶ھ
بہ تعاون خاص خطیب الایمان مولانا سید مظفر حسین ۱۹۶۶ء
صاحب طاہر عبقاتی نبیرۂ سرکار ناصر الملت مومنین مخلصین کے گراں قدر عطایا سے تیسری بار از سر نو جدید عالیشان عمارت مزار مع ہر دو منارہ وقبہ تعمیر ہوئی جو ایک جانب سے حرم اقدس امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ اور ایک جانب سے حرم اقدس سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ و السلام (کربلاءِ معلیٰ) کی شبیہ ہے۔

تعمیر جدید مزار اقدس کا جشن افتتاح ہوا جس میں ۱۳۹۰ھ

سنہ ۱۹۷۰ء

خطیب الایمان مولانا سید مظفر حسین طاہر عبقاتی
کی دعوت پر نمائندگان مراجع تقلید عالم شیعیت و
اعاظم علمائے ایران وعراق ولندن و نیز نمائندہ آریا
مہر شہنشاہ ایران وسفیر کبیر ایران متعینہ دہلی اور وزراء
مرکز جمہوریت ہند و گورنر یوپی و دیگر رہبران ملک و
ملت نے شرکت فرمائی۔

❁❁❁

حامد جونپوری:

مرثیہ

درحالِ شہیدِ ثالث قاضی نوراللہ شوستری

۱ فروغِ نظم ثنائے شہیدِ ثالث ہے جمالِ شعر وفائے شہیدِ ثالث ہے
دلوں میں شیعوں کے جائے شہیدِ ثالث ہے عیاں لحد سے ضیائے شہیدِ ثالث ہے
جہاں میں شہرۂ اخلاق و حلم پھیلا ہے
نہاں ہے مہر مگر نورِ علم پھیلا ہے

۲ بظاہر آگرہ میں گو مزار ہے اُن کا مگر حضورِ نبیؐ یہ وقار ہے اُن کا
شہیدوں میں رہِ حق کے شمار ہے اُن کا جو بزم رحمت رب ہے جوار ہے اُن کا
خدا کی نعمتوں کا لطفِ خاص اُٹھاتے ہیں
ہیں زندہ مرنے پہ بھی رزقِ روح پاتے ہیں

۳ پس از فنا یہ بقا کا اثر خدا کی شان ہے ان سے شمع ہدا جلوہ گر خدا کی شان
دلِ نبیؐ میں کیا مر کے گھر خدا کی شان خدا کی بزم میں ان کا گزر خدا کی شان
ابوالحسنؑ پسران بتولؑ رہتے ہیں
یہ بزم وہ ہے کہ جس میں رسولؐ رہتے ہیں

۴
ریاضِ اہل ولا ہے یہ بزم ایسی ہے　　بہشتِ صدق وصفا ہے یہ بزم ایسی ہے
نبیؐ کے ساتھ خدا ہے یہ بزم ایسی ہے　　ہر اک شہید کی جا ہے یہ بزم ایسی ہے
بہارِ محفلِ ربّ وحدت مجسم ہے
محیط جلوۂ قدرت ہے ہو کا عالم ہے

۵
وہ لطفِ رب ہیں کہ دل میں سما نہیں سکتے　　ہم ایسی بزم کی حالت دکھا نہیں سکتے
یہ بزم وہ ہے جہاں غیر آ نہیں سکتے　　بغیرِ اذن ملک دخل پا نہیں سکتے
رسولؐ محفلِ وحدت اسی کو کہتے ہیں
وصال جن کا خدا سے ہوا وہ رہتے ہیں

۶
یہ گنج نقد سیادت ہے دیکھ اے رضواں　　یہ بزم اہلِ سعادت ہے دیکھ اے رضواں
یہ خانہ باغِ شہادت ہے دیکھ اے رضواں　　دراس کا بابِ عبادت ہے دیکھ اے رضواں
خدا کا قول وہ سمجھے جسے ذرا شک ہو
بہشت نام ہے جس کا تجھے مبارک ہو

۷
ورق میں پھولوں کے ہیں دفترِ بہارِ جناں　　بہارِ بزم سے ہے خم سر بہارِ جناں
ہر ایک ذرے میں ہے جوہرِ بہارِ جناں　　یہ وہ چمن ہے جو ہے مصدرِ بہارِ جناں
اِرم میں نور نہ کیوں جائے رحمتِ حق کا
جہاں نما ہے یہ آئینہ قدرتِ حق کا

۸
ہے اس کے فیض سے آبادی جہانِ جناں　　یہ باغِ بزم وہ ہے جو ہے وجہ شانِ جناں
زمین روشن اسی کی ہے آسمانِ جناں　　اسی کے قدموں سے لپٹی ہوئی ہے جانِ جناں
جو نور صبح میں ہے دامن مطلاّ کا
بنا ہے مہر تبسم علیؑ و زہرؑا کا

۹
جو حق نیوش ہیں سنتے ہیں یوں صدائے جناں — اسی ریاض کے پرتو سے ہے ضیائے جناں
نسیم اسی چمنستان کی ہے ہوائے جناں — صباحت اس کی بنی صبحِ جانفزائے جناں

یہ نور دیدۂ یعقوبؑ میں سمایا ہے
سحر نے جلوۂ یوسفؑ اِرم میں پایا ہے

۱۰
یہ باغ وہ ہے جو چشمِ جناں کا تارا ہے — عروج دے کے اسے حق نے خود اُبھارا ہے
حبیبِ رب کا یہیں تو ہر ایک پیارا ہے — نبیؐ کے واسطے اللہ نے سنوارا ہے

ہیں اہلِ بزم میں ہر سمت ناز کی باتیں
خدا سے ہوتی ہیں راز و نیاز کی باتیں

۱۱
جو دورِ فیضِ رسولؐ و امام چلتا ہے — اِسی ریاض سے جنت کا نام چلتا ہے
خدا کے ہاتھ سے رحمت کا جام چلتا ہے — اس آفتاب سے کوثر کا کام چلتا ہے

اُبھر اُبھر کے جو چشمِ حباب تکتی ہے
جمالِ روئے رسالتمآب تکتی ہے

۱۲
ہر اہلِ بزم کے رخ پر نگاہِ کوثر ہے — انھیں کی چاہ سے اعزاز و جاہِ کوثر ہے
طریقِ الفتِ احمدؐ جو راہِ کوثر ہے — خمیدہ موج نہیں مدِّ آہِ کوثر ہے

یہ شوق سطح کا سینہ اُبھار دیتا ہے
علیؑ کے عشق میں یوں ٹھنڈی سانس لیتا ہے

۱۳
جناں کے چشموں میں گو، لاجواب ہے کوثر — اسی چمن سے مگر فیضیاب ہے کوثر
ہوا کے جھونکوں سے پُر اضطراب ہے کوثر — جسے سُکوں نہیں وہ آفتاب ہے کوثر

ہے شعلہ عشق کا پوشیدہ ضوفشانی میں
ہے قید جوشِ جوانی چمکتے پانی میں

١٤ بہشتِ قربِ خدا سے رواں ہوا تسنیم ۔ بلند قدر دمِ امتحاں ہوا تسنیم
زمیں پہ پھیل کے اک آسماں ہوا تسنیم ۔ شباب جوش سے گوہر فشاں ہوا تسنیم

دکھایا معجزہ فواروں کی زبانوں سے
کھلا عروجِ نبیؑ دھاروں کی کمانوں سے

١۵ جو بزم میں ہے چھلکتی ہوئی مئے تسنیم ۔ رواں ہے پیاسوں کو تکتی ہوئی مئے تسنیم
گلِ ولا سے مہکتی ہوئی مئے تسنیم ۔ ہے برقِ طور چمکتی ہوئی مئے تسلیم

کھلے ہیں خلد میں رازِ طور صہبا کے
ہر ایک موج ہے غش میں مثال موسیٰؑ کے

١٦ ہے بزم نور کے جلوے سے پر ضیا پانی ۔ ہے ضو سے صدق کے آئینہ صفا پانی
سلاسل اس کو ہیں موج رواں ہو کیا پانی ۔ جمال دیکھ رہا ہے رُکا ہوا پانی

وقارِ بزم کے میزان دل میں تولے ہیں
وفورِ شوق سے گرداب آنکھیں کھولے ہیں

١٧ یہ باغ وہ ہے کہ جس میں ہیں جاودانی پھول ۔ رخ اہل بزم کے گویا ہیں ارغوانی پھول
زمیں کو عرش بناتے ہیں آسمانی پھول ۔ جناں کی سبزی پہ ہنستے ہیں زعفرانی پھول

وہ اضطراب خجالت سے یوں دکھاتا ہے
ہوا کے جھونکوں سے کروٹ بدلتا جاتا ہے

١٨ جو فیض محفل گلہائے حق سے پائے جناں ۔ چٹک کے کیوں نہ شگفتہ ہوں غنچہ ہائے جناں
گلوں کے عقد ثریا کو جب دکھائے جناں ۔ ستارہ دار نہ کس طرح ہو قبائے جناں

کمالِ حسن بڑھایا جو زیورِ گل نے
جبینِ خلد پر افشاں چنی زرِ گل نے

۱۹ نبیؐ کے قصر میں اصل نہال طوبیٰ ہے　　محیط خلد پہ ہے یہ کمالِ طوبیٰ ہے
جو نغمہ سنج دلوں میں خیالِ طوبیٰ ہے　　یہ زمزمے ہیں کہ سحرِ حلالِ طوبیٰ ہے

سنایا لحنِ خدا ساز خود ہواؤں نے
زباں بہشت کو دی پتوں کی صداؤں نے

۲۰ عیاں یہ قدرِ رسولؐ و امام کرتے ہیں　　اُٹھا کے ہاتھ شجر سب سلام کرتے ہیں
ادا درود سے حق کا پیام کرتے ہیں　　جسد میں روح نہیں پر کلام کرتے ہیں

جدا حیات سے انساں کے ان کی جانیں ہیں
خدا کی شان کہ پتے نہیں زبانیں ہیں

۲۱ نبیؐ کی بزم میں اربابِ نور کا وہ ہجوم　　دلوں میں راحت وعیش و سرور کا وہ ہجوم
چہار سمت گلوں کے ظہور کا وہ ہجوم　　ہر ایک شاخِ شجر پر طیور کا وہ ہجوم

ہیں روحیں غرق یمِ نغمۂ حقیقت میں
یہ چہچہے ہیں کہ بجتے ہیں ساز جنت میں

۲۲ بڑھائی زینتِ محفل جو حق کے نوروں نے　　شبابِ خلد کو افزوں کیا سروروں نے
بتایا ہم کو کتابِ خدا کے سوروں نے　　انھیں کے جلوے سے پایا ہے حسن حوروں نے

شرف کنیزیٔ اہل ولا کا کھلتا ہے
جمال ان کا نگاہِ نبیؐ میں تلتا ہے

۲۳ رحیقِ لطف الٰہی کی وہ فراوانی　　وہ نشۂ خیزیمِ حمد و شکر کا پانی
وہ حق میں محو شہیدانِ آلِ عمرانی　　خدا سے پوچھیے وہ کیفِ بزمِ روحانی

ہے محفل ایسی کے مدّاح جس کے حیدرؑ ہیں
حدیں سرور کی اپنی سمجھ سے باہر ہیں

٢٤
جو مس کرے اُسے کب تاب دست انساں ہے — فزوں جہان سے آرائشوں کا عنواں ہے
کسی کی آنکھ نے دیکھا نہیں وہ ساماں ہے — نہ سونگھی ناک نے وہ بوئے روحِ ریحاں ہے
وہ ذائقہ کہ جو پایا نہیں زبانوں نے
وہ نعمتیں نہ سنیں جو کسی کے کانوں نے

٢٥
فرشتے نور کا خلعت جنھیں پنہاتے ہیں — جو اوج تاجِ رضائے خدا سے پاتے ہیں
وہ بزمِ قربِ الٰہی میں مر کے جاتے ہیں — جو سر پر اپنے شہادت کا بار اُٹھاتے ہیں
نہ پاتے کس لئے پھر جائے نیک نوراللہ
اُنھیں شہیدوں میں الحق ہیں ایک نوراللہ

٢٦
کہ جیسے عرش معلیٰ ہو بامِ نوراللہ — ہے عالموں میں وہ اعلیٰ مقامِ نوراللہ
ضیاء فگن ہے زمانے میں نامِ نوراللہ — ہے اہلِ علم پر احسانِ عامِ نوراللہ
بہ فخر کہتے ہیں غلماں جناں میں حوروں سے
یہ نور وہ ہے جو نکلا خدا کے نوروں سے

٢٧
ہے قبہ قصر جناں کا مزارِ نوراللہ — خدا کو علم ہے جو ہے وقارِ نوراللہ
بیان کرتا ہوں اب کچھ شعارِ نوراللہ — عیاں ہے عالموں میں اقتدارِ نوراللہ
کبھی کنائے ہیں طفلی کے گہہ جوانی کے
ہیں واقعات مسدس میں عمر فانی کے

٢٨
پدر کی آنکھوں کا تارا مہ کمال آیا — جہاں میں نہ صد و پنجاہ و شش جو سال آیا
نئی طرح کا مری نظم میں جمال آیا — جو دل میں آمدِ مولود کا خیال آیا
ہیں مہر مصرعِ پرنور ضوفشانی سے
نمود عام ولادت ہے بند ثانی سے

٢٩ جہاں میں نجم زماں عرش جاہ آیا ہے — کہ مہر دیدۂ شرع الہ جاہ آیا ہے
بلند قدر و سیادت پناہ آیا ہے — ہلالِ نیک و شہادت کا ماہ آیا ہے

یہ حق معنیٔ آیاتِ حق میں ڈوبے گا
یہ بدر ہو کے لہو کی شفق میں ڈوبے گا

٣٠ نسب علیؑ و محمدؐ سے ہے ملا ان کا — بتولؑ تک ہے رسا منبعِ ولا ان کا
حسینؑ سے ہے گل آبرو کھلا ان کا — چلا ہے حضرت عابدؑ سے سلسلہ ان کا

یہ خاندان سیادت کے افتخار ہوئے
رسولؐ اور اماموں کے ورثہ دار ہوئے

٣١ مفید خلق جو اللہ کے ارادے ہیں — اُسی کے راستے شرع نبیؐ کے جادے ہیں
شرف ہیں فرد سیادت کے خانوادے ہیں — حسب کو لو تو عجم کے یہ شاہزادے ہیں

ہیں دونوں ملکوں کے سرتاج یہ وہ خوشخو ہیں
کہ ان کی جدۂ ذیجاہ شہربانوؑ ہیں

٣٢ یہ ماہِ نو جو ہوا خلق ماں کو عید ہوئی — نیا مکیں جو آیا مکاں کو عید ہوئی
بزرگ خوش ہوئے طفل و جواں کو عید ہوئی — زمیں کو عید ہوئی آسماں کو عید ہوئی

یہ شورِ تہنیت عید دور تک پہنچا
چھٹی کا غلغلہ شستر سے تا فلک پہنچا

٣٣ ہر اک کا قول تھا یہ سیمبر مبارک ہو — یہ ان کی آنکھوں کو نورِ نظر مبارک ہو
شریف شاد ہیں لختِ جگر مبارک ہو — کہ خاندان کو یہ رشکِ قمر مبارک ہو

پسند جو نہ کرے وہ نگاہ ہے کس کی
جہاں میں اخترِ اقبال ہے جبیں اس کی

۳۴
فروغ ان کو جو ہوتا تھا شیر پینے سے　　سلاتی تھیں انھیں مادر لگا کے سینے سے
کہر ملا جو سیادت کے یہ خزینے سے　　پدر بھی گود میں لے لیتے تھے قرینے سے
دہن جو کھلتا تھا منھ میں زبان دیتے تھے
رُخ اُن کا چوم کے بوسے جبیں کے لیتے تھے

۳۵
جو دن گذرتے تھے قد ان کا بڑھتا جاتا تھا　　ہر ایک ماہ نمود رنگ نو دکھاتا تھا
جو اقتضائے سن ان کو ضدوں پہ لاتا تھا　　پسر کے غصے پہ مادر کو پیار آتا تھا
نہ کیوں بھر آتا دل پرگداز رکھتی تھیں
بلائیں لے کے وہ رونے سے باز رکھتی تھیں

۳۶
وہ ماں کی گود میں پلنا وہ بچپنا اُن کا　　وہ کھیل کود وہ چلنا وہ بچپنا اُن کا
وہ تیوریوں کا بدلنا وہ بچپنا اُن کا　　وہ روٹھنا وہ مچلنا وہ بچپنا اُن کا
کبھی بپھرتے تھے جب یہ تو وہ مناتے تھے
ہر ایک طرح کے ماں باپ ناز اُٹھاتے تھے

۳۷
ہوئے جو پانچ برس کے خدا خدا کر کے　　خیال لہو ولعب جو تھے دل سے وہ سر کے
یہ بات ذہن میں آئی پدر کے مادر کے　　سبق پڑھایئے ان کو کتابِ داور کے
امین ہوں یہ حدیث رسولؐ یزداں کے
شریکِ درس ہوں یہ مدرسہ میں ایماں کے

۳۸
بڑھا فروغ جو اس شمعِ خاندانی کا　　اساتذہ سے ہوا شغل درس خوانی کا
جو زور ذہن میں بچپن سے تھا جوانی کا　　کمال بڑھنے میں عالم تھا بہتے پانی کا
شبابِ حافظہ سے فہم ان کا تیز ہوا
بڑھا جو علم تو دریائے موج خیز ہوا

۳۹ یہ شوق دل سے یہ قربان بابِ علم ہوئے — امین کامل سرِّ کتاب علم ہوئے
جوان ہوتے ہی بحرِ شبابِ علم ہوئے — شرف خدا نے دیا آفتابِ علم ہوئے
قلوب مردہ جیئے ایسے یہ فصیح ہوئے
ضیاء بڑھی فلکِ شرع کی مسیح ہوئے

۴۰ یہ اخذِ حکمتِ احمدؐ میں سب سے اکمل تھے — کلام جتنے تھے ان کے وہ سب مدلل تھے
تمام علموں میں ہمعصروں سے یہ افضل تھے — سوم شہید نظیرِ شہیدِ اوّل تھے
نشاں بلند تھا تائید آسمانی کا
جبیں پہ نور تھا بخت شہیدِ ثانی کا

۴۱ خبر انھیں تھی فرائض کی اور سنت کی — نظر کے آگے کتابیں تھیں سب شریعت کی
جو ملنے والی تھی دولت انھیں سعادت کی — زبان و دست و قلم سے نبیؐ کی نصرت کی
ہر آرزو دلِ تصنیف کی نکلنے لگی
جہادِ نفس میں شمشیرِ خامہ چلنے لگی

۴۲ تھا ان کی ذات میں عالم چراغِ روشن کا — کمال پا گئے ہر ایک ماہرِ فن کا
اُٹھا یہ غلغلہ فضل خدائے ذوالمنن کا — کہ شوستر میں بجا ان کے علم کا ڈنکا
جو شہرت ان کی صف صاحب قلم میں ہوئی
عراق گونج اُٹھا دھوم ایک عجم میں ہوئی

۴۳ جوان کے قلب میں دیں کا کمال رہنے لگا — نظر میں دار فنا کا مآل رہنے لگا
خدا کے خوف سے غیر ان کا حال رہنے لگا — زیارت شہِ دیں کا خیال رہنے لگا
یہ دل سے کہتے تھے میں کربلا پہ مرتا ہوں
مزارِ سبطِ رسولِؐ خدا پہ مرتا ہوں

۴۴ دعا یہ تھی خبر خوش نجات سے پاؤں ثمر جناں کا نہالِ حیات سے پاؤں
میں غسل مرنے پہ آبِ فرات سے پاؤں اندھیری قبر میں خط دن کا رات سے پاؤں
بقا کا لطف ریاضِ فنا میں خاک ملے
وصال حق سے ہو خاکِ شفا میں خاک ملے

۴۵ یہ خاک وہ ہے کہ جس میں حسینؑ سوتے ہیں ہزبرِ فاتح بدر و حنین سوتے ہیں
شہید ہو کے شہِ مشرقین سوتے ہیں بہت سے فاطمہؑ کے نورِعین سوتے ہیں
وفورِ گریہ سے بے نور چشمِ زہرؑا ہے
کہ رنگ شب کا ہے دن میں سیاہ دنیا ہے

۴۶ یہ وہ زمیں ہے جہاں نصب ہے نشانِ حسینؑ نجف میں بیت علیؑ ہے وہاں مکانِ حسینؑ
اُسی زمین پہ لیا حق نے امتحانِ حسینؑ یہ دشت وہ ہے لٹا جس میں کاروانِ حسینؑ
تڑپ کے لاشے ہوئے سر دحق شناسوں کے
اُسی زمیں کی بجھی پیاس خون سے پیاسوں کے

۴۷ اُسی زمین پہ خیمے تھے دودِ غم سے سیاہ وہ قحط آب کہ حالت تھی جس سے سب کی تباہ
وہ پیاس تھی کہ نکلتا تھا دل سے شعلۂ آہ دہن خیام سے اُٹھتا تھا شورِ واعطشاہ
کئی تھے بچے جو چشمِ نبیؐ کے تارے تھے
تھے تین روز کے بھوکے عطش کے مارے تھے

۴۸ غریب امام کے ناصر اُسی زمیں پہ مرے جو تشنہ لب تھے مسافر اُسی زمیں پہ مرے
ہلال و عابس و عامر اُسی زمیں پہ مرے حبیب ابنِ مظاہر اُسی زمیں پہ مرے
وہ چاک دامنِ دلبندِ فاطمہؑ ہونا
سپاہِ دیں کا وہ بالخیر خاتمہ ہونا

۴۹ ہلاک زخموں سے زینبؑ کے نونہال ہوئے — علیؑ کے پیارے وہیں تیغوں سے حلال ہوئے
اُسی زمین پہ قاسمؑ بھی پائمال ہوئے — فدائے حق حسنؑ مجتبیٰ کے لال ہوئے

لکھی تھی موت نئی ظلموں سے مقدر میں
اُٹھی جو لاش بھی ان کی تو شہؑ کی چادر میں

۵۰ کنارے نہر کے لڑ بھڑ کے تشنہ کام مرے — اُسی زمین پہ عباسؑ نیک نام مرے
اجل سے اُس کی نہ کیونکر دلِ امام مرے — کٹا کے ہاتھ جو حیدرؑ کے لالہ فام مرے

جو دل تڑپ اُٹھا نبضِ حسینؑ چھوٹ گئی
ہے جس پہ بار شفاعت کمر وہ ٹوٹ گئی

۵۱ اُسی زمین پہ گر کر مرے علی اکبرؑ — اُسی زمین پر خون میں بھرے علی اکبرؑ
غریب باپ ترا کیا کرے علی اکبرؑ — تھا نوحہ شہ کا کہاں ہے ارے علی اکبرؑ

ہے شور رن میں صدا تک اُدھر نہیں آتی
پدر کو لاش پسر کی نظر نہیں آتی

۵۲ اُسی زمین پہ بہا خون حلقِ اصغرؑ سے — اُسی زمین پہ ناوک حسینؑ پر برسے
اُسی زمین پہ شہؑ نکلے مرنے کو گھر سے — اُسی زمین پہ سجادؑ چھوٹے سرورؑ سے

سب اہل بیتؑ نبیؐ سر پہ خاک اُڑاتے تھے
بہن کے ہاتھوں میں تھا ہاتھ روتے جاتے تھے

۵۳ سپاہ شر سے نشانِ ظفر لیا شہؑ نے — اُسی زمین کو اعزازِ نو دیا شہؑ نے
جہاد نفس و جہادِ زبان کیا شہؑ نے — اُسی زمین پہ خون جگر پیا شہؑ نے

اُسی زمین پہ حالِ حسینؑ غیر ہوا
جہادِ تیغ ہی پر خاتمہ بخیر ہوا

٥٤
اُسی زمین پہ جھیلی تھی تین روز کی پیاس — اُسی زمیں پہ ہوئی شہؑ کو زندگی سے یاس
وہ آگے آنکھوں کے ریتی پہ میتِ عباسؑ — وہ سوکھے ہونٹوں پہ وقتِ اخیر حمد و سپاس
عزیزوں کا جسدِ پاش پاش دیکھتے تھے
اُسی زمین پہ اکبرؑ کی لاش دیکھتے تھے

٥٥
اُسی زمین پہ کٹا حلق خشک خنجر سے — یہ وہ زمیں ہے ہوئی تر جو خون سرورؑ سے
سب اہلِ بیتؑ محمدؐ نکل پڑے گھر سے — ٹھہر سکیں جو نہ زینبؑ غمِ برادر سے
نہ کی کسی نے جو امداد بنتِ زہراؑ کی
وہ ابنِ سعد سے فریاد بنتِ زہراؑ کی

٥٦
اُسی زمیں پہ ہوئی آلِ مصطفیٰؐ برباد — اُسی زمیں پہ در آئے حرم میں ظلم ونہاد
اُسی زمیں پہ ہوئے قید سیّدِ سجادؑ — اُسی زمین پہ کھلا فرقِ زینبؑ ناشاد
علم سناں پہ سرِ شاہ مشرقین رہا
اُسی زمین پہ عریاں تنِ حسینؑ رہا

٥٧
تھا غم سے آب علیؑ و بتولؑ کا زہرا — ہر ایک گھاؤ جو شہ کے جسد پہ تھا گہرا
وہی زمین نبیؐ مثل دامن زہراؑ — لحد میں آ کے جو لاشہ حسینؑ کا ٹھہرا
لحد نواسے کی خود مصطفیٰؐ نے کھودی تھی
اُسی زمین کی آغوش ماں کی گودی تھی

٥٨
اُسی زمین پہ زیارت کو احمدؐ آتے ہیں — وقار مرقد شبیرؑ یوں دکھاتے ہیں
نجف سے روتے ہوئے سوئے قبر جاتے ہیں — جو اُس زمین میں حیدرؑ پسر کو پاتے ہیں
بتولؑ دیکھ کے مقتل کو آہیں بھرتی ہیں
لحد حسینؑ کی بالوں سے صاف کرتی ہیں

۵۹
جو اُس زمین پہ زوارِ شاہ مرتے ہیں   فرشتے ان کے لیے آہ سرد بھرتے ہیں
رہ نجات الٰہی میں یوں گذرتے ہیں   زیارت ان کی لحد میں حسینؑ کرتے ہیں
پسر کے ہاتھوں میں زہراؑ کے ہاتھ ہوتے ہیں
رسولؐ و حیدرؑ و شبرؑ بھی ساتھ ہوتے ہیں

۶۰
یہ اُس زمین کی توقیر اے خوشا قسمت   کہ جاگی مردوں کی تقدیر اے خوشا قسمت
نجات کی ہے یہ تدبیر اے خوشا قسمت   سلام کرتے ہیں شبیرؑ اے خوشا قسمت
عذاب قبر کو لطفِ الٰہ کھوتا ہے
مصافحہ پسر فاطمہؑ سے ہوتا ہے

۶۱
جو مضطروں کو عطائے حسینؑ پاتی ہے   نبیؐ کا خلق خدا کا کرم دکھاتی ہے
صدائے غیب یہ کانوں میں اُن کے آتی ہے   تمہاری قدر پس مرگ بڑھتی جاتی ہے
یہ قبر مرقدِ شبیرؑ کی طفیلی ہے
زمین دامنِ رحمت کی طرح پھیلی ہے

۶۲
لحد نہیں ہے تمہاری جہانِ اکبر ہے   اک آسمان یہ سقفِ عطائے داور ہے
حدوں کو گھیرے ہوئے دامن پیمبرؐ ہے   زمین اس کی نہیں فاطمہؑ کی چادر ہے
فسردہ اب دلِ شبیرؑ ہو نہیں سکتا
فشار تم سے بغل گیر ہو نہیں سکتا

۶۳
سوالِ قبر سے کیوں رخ خجل تمہارے ہیں   امام اور نبیؐ متصل تمہارے ہیں
قلوب کس لیے اب مضمحل تمہارے ہیں   حسینؑ دفن ہیں جس میں وہ دل تمہارے ہیں
فروغ کیوں نہ ملے نور کبریا کی طرح
جناں میں جاؤ گے تم ارض کربلا کی طرح

٦٤
ارم میں چمکو گے تم مہرِ آسماں ہوکر — ضیائے خلد بڑھاؤ گے ضوفشاں ہوکر
نہ رنج جھیلو گے محشر کے مہماں ہوکر — جمال حوروں کا دیکھو گے نوجواں ہوکر

حسینؑ اپنا یہ اعجاز تو دکھا دیں گے
شبابِ خلد کے غنچے ہو گل بنا دیں گے

٦٥
ہوئی جناں میں سرآمد تمہیں مبارک ہو — یہ گوشہ گیری مرقد تمہیں مبارک ہو
خدا کی رحمتِ بے حد تمہیں مبارک ہو — دعائے حیدرؑ و واحمدؐ تمہیں مبارک ہو

زمین یہ جزو جو اقلیم جاوداں کی ہے
یہاں کی موت حیاتِ ابد وہاں کی ہے

٦٦
سنی جو قلب نے سب گفتگوئے نوراللہ — کچھ اور ہوگیا مائل وہ سوئے نوراللہ
جو اتباع امامت تھی خوئے نوراللہ — سوئے حسینؑ بڑھی آرزوئے نوراللہ

رگِ گلو سے قریں تر ہے لاکھ دوری ہے
یہ دل میں ٹھان لی ایسا سفر ضروری ہے

٦٧
اگرچہ تھی سفرِ کربلا کی چاہ انھیں — مگر مواقع دنیا نے دی نہ راہ انھیں
طلب جو کرتے تھے ہشتم جہاں پناہ اُنھیں — بشوق لے چلی خود رحمتِ الٰہ اُنھیں

ہر ایک گام فزوں ہوتے تھے حشم ان کے
ہوائے طوس میں گزبن گئے قدم اُن کے

٦٨
فروغ عشق نئی طرح کی ضیاء لایا — نظر کے سامنے مہر جہاں نما لایا
جوان کو شوق میں جذبِ ولا بڑھا لایا — امام ضامنِ ثامن تلک خدا لایا

نگاہِ دل سے ضریحِ حبیب کو دیکھا
غریب دشت بلا کے غریب کو دیکھا

۶۹
رضا کے روضے میں ایسا جو حق نگر پہنچے — تو شغل درس میں تہہ تک نہ کیوں نظر پہنچے
رسول و ہادیِ ہشتم کے جب اثر پہنچے — یہ علم دیں کے نویں آسمان پر پہنچے
عبور ہوگیا ان کو حدیث و قرآں پر
عروج پاگئے عرشِ الکمالِ ایماں پر

۷۰
جو علم آئمہ اثنا عشر کا تھا حامی — مخالفوں کو نظر آئی ان کی ناکامی
نمود چاروں مذاہب کی ہوگئی خامی — سلام کرنے لگی ان کو فقہ اسلامی
وقار ان کا بڑھایا جو علم و حکمت نے
کیا کمال کو تسلیم اہلِ سنّت نے

۷۱
بڑھا دے ساقیٔ دین اور شانِ نوراللہ — لگی ہوئی ہے تری مے میں جان نوراللہ
پلا پلا کے ہو پُرضو زبان نوراللہ — فروغ نشہ میں لے امتحانِ نوراللہ
یہ حق کے معرکے جھیلے بڑے بڑے ساقی
مثال شیشۂ بادہ ابل پڑے ساقی

۷۲
یہ کہہ رہے ہیں تیرے بادہ خوار اے ساقی — پلا دے مے نہ ہو جس میں خمار اے ساقی
ہے تیرا جادہ رہ کردگار اے ساقی — ریاض علم میں آئی بہار اے ساقی
بیان ہو نہیں سکتا تیری فضیلت کا
ہر ایک قطرے میں دریا بھرا ہے حکمت کا

۷۳
کمال اس ترے میکش کا ہے کھلا ساقی — ہے میکدے میں ترے پاس اسے بلا ساقی
تری نگاہ کی میزاں میں ہے تلا ساقی — ہے دوہرا وصف اسی میں ملا جلا ساقی
یہ جوہری بھی ہے جوہر دکھانے والا بھی
ہے پینے والا بھی مئے کا پلانے والا بھی

۷۴
یہ رند بزم میں تیری ہے کوئی شے ساقی — بہت سے تشنہ کے جادے کیے ہیں طے ساقی
طلب یہ جام کی کرتا ہے پے بہ پے ساقی — اب اس کے دل کی تمنا نکال اے ساقی
یہ تنگ ظرف نہیں ہے زیادہ دے اس کو
نبیؐ کو حق نے دیا جو وہ بادہ دے اس کو

۷۵
بنا دے سہل ہر امرِ ادق زباں اس کی — ہلا دے ارض و سما کے طبق زباں اس کی
دکھا دے اپنے لہو کی شفق زباں اس کی — ہو موج بادۂ احقاق حق زباں اس کی
یہ غوطہ زن رہے تحقیقِ اصلِ ایماں میں
شناوری کرے بحر شراب عرفاں میں

۷۶
مدد کا وقت ہے کر مشکلوں کو حل ساقی — ہے اور رنگ زمانہ ہوا بدل ساقی
حریم طوس کے میخانے سے نکل ساقی — اب اپنی مست کے ہمراہ ہند چل ساقی
ہوائے نشۂ صہبائے جعفری میں جائے
کہ پینے والا ترا بزمِ اکبری میں جائے

۷۷
ملا جو بادۂ رخصت سفر کے ساغر میں — ہوائیں شوق سیاحت کی بھر گئیں سر میں
جو تا بہ ہند یہ پہنچے پناہِ داور میں — مقیم آ کے ابوالفتح کے ہوئے گھر میں
ضیاء نمائیِ جوہر کی عزم میں آئے
اُنھیں کے ساتھ یہ اکبر کی بزم میں آئے

۷۸
بلند قصر میں وہ چراغ اخضری کی شان — سنہری قبوں میں وہ شاہ خاوری کی شان
وہ اہلِ بزم وہ دربارِ اکبری کی شان — جدا سبھوں سے تھی پر شمع جعفری کی شان
کسی حریف کا سر ان کے آگے کیا اُٹھے
قلوب نور طلاقت سے جگمگا اُٹھے

٧٩
حریفِ معرکۂ گفتگو میں مضطر تھے ۔۔۔ ادیب جتنے تھے ان کے ادب سے ششدر تھے
یہ علم و فضل میں درباریوں سے بہتر تھے ۔۔۔ کہ ان کے کوزۂ دل میں بھرے سمندر تھے
جو موجیں ان کے کمالوں کی بے پناہ ہوئیں
علومِ غیر کی سب کشتیاں تباہ ہوئیں

٨٠
بجھائی بحر ہنر سے جو پیاس اکبرؒ نے ۔۔۔ بہ شوق ان کو رکھا اپنے پاس اکبر نے
عنایتیں کی فزوں از قیاس اکبر نے ۔۔۔ کہا بہ خلق یہ جوہر شناس اکبر نے
نہ کیسے ہم سوئے لاہور التفات کریں
ہے خواہش اپنی تمہیں قاضی القضات کریں

٨١
جوابِ حکمِ شہی میں یہ قول ان کا ہے ۔۔۔ مرا کمال نہیں موج خیز دریا ہے
کسی کی میں کروں تقلید یہ تو بے جا ہے ۔۔۔ مقدموں میں مجھے اجتہاد زیبا ہے
تزلزل آنے نہ دوں گا میں دینِ احمدؐ میں
رہوں گا چاروں مذاہب سے ایک کی حد میں

٨٢
شرائط ان کے جو مقبول بادشاہ ہوئے ۔۔۔ ہوئے یہ قاضیِ لاہور و اہل جاہ ہوئے
مکینِ سندِ انصاف و حق پناہ ہوئے ۔۔۔ ستم رسیدہ جو تھے ان سے دادخواہ ہوئے
بغیر رو و رعایت یہ کام کرنے لگے
کہ فیصلوں سے عدالت میں نام کرنے لگے

٨٣
جب ایسا سیّد ذیجاہ کامیاب ہوا ۔۔۔ ہر اک طرح کے مظالم کا بند باب ہوا
جو مستحق تھا وہ تحت انتخاب ہوا ۔۔۔ غروب ہند میں رشوت کا آفتاب ہوا
ضیائیں عدل کی ہر جا فروغ پاتی تھیں
شعاعیں سیم و طلا کی نظر نہ آتی تھیں

۸۴
رقیب جل گئے دیکھے جو مشغلے ان کے — بغور جانچے حریفوں نے مسئلے ان کے
بری عیوب سے پائے معاملے ان کے — تھے ان کی شرط کے پابند فیصلے ان کے
کتب میں غیروں کی لکھا جو ہے وہ کہتے تھے
مگر یہ دائرۂ دین حق میں رہتے تھے

۸۵
نہ مکر وزور تھا ان میں نہ دل میں گھاتیں تھیں — انھیں کے درس سے ممتاز نیک ذاتیں تھیں
عبادتوں سے منور اندھیر راتیں تھیں — محقق ایسے کہ تحقیق حق کی باتیں تھیں
خدا کی دی ہوئی توفیقیں کام کرتی تھیں
شبیں کتابوں کی تصنیف میں گذرتی تھیں

۸۶
مکان ان کا پئے علم درس گاہ ہوا — کوئی نہ ان کے طریقہ کا سد راہ ہوا
نہاں حکومت اکبر کا جب کہ ماہ ہوا — زمانہ بدلا جہانگیر بادشاہ ہوا
رہا نہ ہوش ذرا سلطنت کے کاموں کا
نگاہ شہ میں ہوا دور مئے کے جاموں کا

۸۷
جو بزم مے میں شب و روز آنے جانے لگے — عروج ملک میں مخدوم ملک پانے لگے
ملا جو شیعہ انھیں اُس کو یہ ستانے لگے — غریب سیّدوں کا یہ لہو بہانے لگے
ہر ایک طرح کا دنیا میں مکر و کید کیا
کسی کو جان سے مارا کسی کو قید کیا

۸۸
جو ان کے دل میں تھا وہ انتظام ہو کے رہا — ہر اک بہ جبر ستم کا غلام ہو کے رہا
خلاف شرع جو تھا وہ بھی کام ہو کے رہا — انھیں کے عہد میں حج بھی حرام ہو کے رہا
خدا کے حکم سے بازئ خود سری بدلی
جدید فتوؤں سے شرع پیمبری بدلی

۸۹ کریں فقیہوں کی مخدوم ملک بھی سبکی — نہ کیوں قلوب پہ بجلی گرے تعجب کی
دلوں کی آنکھوں پہ عینک لگی تعصب کی — ہو ایک راہ یہ اللہ سے تقرب کی

یہ پیروانِ ہوا و ہوس کو دھیان آئے
زمین آگرہ میں کربلا کی شان آئے

۹۰ بیان کرتے ہی ہر اِک مراد پوری ہے — کہا یہ دل سے مجھے شاہ سے حضوری ہے
چمکتی تیغ سے بڑھ کر کتاب نوری ہے — جو خودسری کرے مجھ سے سزا ضروری ہے

فروغ اُس کا ہے اخلاق کے مکارم سے
لکھا جواب صواعق کا کیوں صوارم سے

۹۱ نئے شگوفے وہ دربار میں کھلاتے ہیں — جو خار شیعوں سے مخدوم ملک کھاتے ہیں
عدو کتابِ مجالس چرا کے لاتے ہیں — ہر اک کو جملۂ احقاقِ حق دکھاتے ہیں

جو آبروئیں حریفانِ حق کی کھوتی ہیں
حضورِ شاہ یہ تصنیفیں پیش ہوتی ہیں

۹۲ ہے سرخ چشم شہی جام بادہ چلتے ہیں — کنول بلور کے دربار شب میں جلتے ہیں
سخن میں سید نوری سے زہر اُگلتے ہیں — حریف صورت مینائے مے ابلتے ہیں

ہر اعتراض کا یوں بند باب ہوتا ہے
سوال تلخ کا شیریں جواب ہوتا ہے

۹۳ نہ تم نے قدر کی کچھ مسلک سقیفہ کی — یہ باتیں ان سے ہیں ہر پیر اور خلیفہ کی
نہ مسئلوں میں تاسی ابوحنیفہ کی — تھی بزم شرع عدالت نہ تھی خفیفہ کی

مطیع رفض تمہیں دور اکبری میں رہے
ہمیشہ پیروِی فقہ جعفری میں رہے

٩٤
اس اعتراض پہ مسکتِ جواب ان کا ہے — مرے عقیدے پہ حملہ تمہارا بے جا ہے
سند میں میرے تقرر کی شرط کیا کیا ہے — جہاں پناہ کے والد نے جس کو لکھا ہے
نہ خوردہ گیر ہوں احباب محترم میرے
حدودِ شرط سے نکلے نہیں قدم میرے

٩٥
جو بادشاہ نے تصدیقِ شرط شاہی کی — سب اہل بزم نے سیّد سے عذر خواہی کی
برائیاں تھیں دلوں میں جو شر پناہی کی — تو ان کے قتل پہ پیدا نئی گواہی کی
حریف محو ہوئے پھر کتاب بینی میں
ورق اُلٹنے لگے شوق نکتہ چینی میں

٩٦
ہے قول ان کا طلاقت کا جن کو غرا ہے — صداقتوں سے کتاب آپ کی معرا ہے
لکھی ہے سین یہ سنت کی یا کہ ارّا ہے — نہاں لباس میں ہر لفظ کے تبرا ہے
ادیب آپ سا ہے کون خوش بیانی میں
ہے روحِ مذہب شیعہ دلِ معانی میں

٩٧
اس اعتراض پر اُن کے یہ قول نوری ہے — گرفت ظاہر الفاظ کیوں ادھوری ہے
یہ جوش کیوں ہے معانی سے یہ کیوں دوری ہے — نظر سیاقِ عبارت پہ بھی ضروری ہے
مری کتاب پہ حملہ یہ چل نہیں سکتا
طلب ہے جس کی وہ مطلب نکل نہیں سکتا

٩٨
مخالفت ہو فریقین میں روا کب تک — رسول رب کا خدا جو ہے وہ میرا رب ہے
ہوا ہے حق پہ جو قائم وہ میرا مذہب ہے — محققین کو احقاق حق سے مطلب ہے
وہ صدق و کذب کے موتی صدا پرکھتے ہیں
خدا خرید لے جس کو وہ نفس رکھتے ہیں

۹۹
وہ کہتے ہیں ہمیں کب یہ جواب شافی ہے — کتاب آپ کی کب قابلِ معافی ہے
رقم ہر ایک جگہ کیوں حدیث کافی ہے — سنایئے ابھی جو بات اختلافی ہے
مرے ہووں سے نیا انتقام لیتے ہیں
بدی سے آپ بھلا کن کے نام لیتے ہیں

۱۰۰
کیا سوال جو ایسا گروہِ اعدا نے — دیا جواب یہ اُن کو علیؑ کے شیدا نے
ضرر نہیں ہے جو مانا کسی کو دنیا نے — برا ضرور ہے جس کو خدا برا جانے
عیاں ہر ایک پہ صدق و صفا کی باتیں ہیں
نہ پوچھ مجھ سے جو علمِ خدا کی باتیں ہیں

۱۰۱
سنا رہے ہیں یہ اعدائے دیں بہشتی کو — نجات دے گا نہ حق آپ سے، کشتی کو
مٹایئے یونہی اپنے عمل کی زِشتی کو — سلام کیجئے باب سلام چشتی کو
ہے قول ان کا ادب یہ تمھیں مبارک ہے
میں جانتا نہیں کہ وہ کون مردک ہے

۱۰۲
جب اس طریق سے جملوں کی ہیر پھیر ہوئے — ہوا تھی بگڑی ہوئی جن کی وہ دلیر ہوئے
شکم پرست جو تھے بوئے خوں سے سیر ہوئے — قریب شہ گئے مخدوم ملک شیر ہوئے
یہ عرض کی نہ ہوا خوف ان کو اس دن کا
جہاں پناہ سنا آپ نے سخن ان کا

۱۰۳
رکیک لفظ جب ایسا بیان میں آئے — نہ کیسے زہر کی تلخی زبان پر لائے
اُنھیں کی شان میں یہ بات کان میں آئے — حضور جن کی دعا سے جہان میں آئے
یہی طریقہ ہے دنیا میں خیرخواہی کا
ادب یہ بھول گئے بزم بادشاہی کا

۱۰۴ رسولؑ حق کے وزیروں کو یوں برا کہنا — ہمارے دیں کے امیروں کو یوں برا کہنا
حضور شاہ فقیروں کو یوں برا کہنا — جہاں پناہ کے پیروں کو یوں برا کہنا
یہ سلطنت سے بغاوت کب ان کو زیبا ہے
اگر گناہ کبیرہ نہیں تو پھر کیا ہے

۱۰۵ شراب پیجئے غصہ نہ پیجئے شاہا — یہی ہے وقت نہ تاخیر کیجئے شاہا
ضرور کام سیاست سے لیجئے شاہا — زبان کاٹ کے تعزیر دیجئے شاہا
ہر ایک دُرّے کا زخم ان کے تن پہ کاری ہو
حضور حکم کریں حدِّ شرع جاری ہو

۱۰۶ جواب شاہ ہے بھایا نہ یہ نفاق ہمیں — دکھایا کس لیئے قاضی نے طمطراق ہمیں
ہے اپنے پیر کی تحقیر سخت شاق ہمیں — تمہاری رائے سے صاحب ہے اتفاق ہمیں
عتاب کیوں نہ ہمیں آئے اسم نوری پر
نفاذ حد شریعت ہو جسم نوری پر

۱۰۷ یہ حکم سنتے ہی ظالم بلائے جاتے ہیں — جو خاردار ہیں درّے منگائے جاتے ہیں
یہ روزِ حشر کے سامان پائے جاتے ہیں — مقامِ خاص سے نوری اُٹھائے جاتے ہیں
قدم لرزتے نہیں ظلم و جبر سے ان کے
نمود صبر ہے عابدؑ کا صبر سے ان کے

۱۰۸ ہر اک قدم پہ یہ ان کی زبان پہ جاری ہے — ہمیں ثبات لعینوں کو بے قراری ہے
خدا کی راہ میں عزت سے بڑھ کے خواری ہے — شہید کیوں نہ ہوں میراث یہ ہماری ہے
دعا یہ اپنی ہے ہم کو یہ مرتبہ مل جائے
جناں میں بزم شہیدانِ کربلا مل جائے

۱۰۹
قتیلِ صبر ہوں سیّد ہوں تو ہے میرا گواہ　　ترے کرم پہ خدایا نہ کیوں ہو میری نگاہ
کہوں میں اشہدان لا اِلٰہ اِلا اللہ　　لگائیں درّہٗ اول جو مجھ کو ظلم پناہ
بجا فرشتے کریں میری خوں فشانی پر
ترے رسولؐ کا لوں نام ضربِ ثانی پر

۱۱۰
دو روز عمر مری وقت امتحاں کٹ جائے　　نہ تیغ غم سے مرا قلب ناتواں کٹ جائے
زباں پہ نام علیؑ کا ہو جب زباں کٹ جائے　　بڑی کٹھن یہ ہے اے رب انس وجاں کٹ جائے
آئمہ شاد ہوں یوں جان دوں امامت پر
گواہ ہو کلمہٗ خود مری شہادت پر

۱۱۱
ہلیں نہ لب بھی نہ نکلے گلے سے بھی فریاد　　لگائیں درّے برابر مجھے جو ظلم نہاد
کبھی حسینؑ کو دیکھوں کبھی رُخ سجادؑ　　دمِ اجل جو آئمہ کریں مری امداد
رسولؐ و حیدرؑ و ذی جاہ ساتھ لے جائیں
جناں میں روح میری ہاتھوں ہاتھ لے جائیں

۱۱۲
بلا کی طرح لئے درّے اہل شر آئے　　دعا یہ کرتے ہوئے جائے قتل پہ آئے
لہو کی دھاریں اُڑیں گہرے زخم اُبھر آئے　　جو اِن پہ کرتے ہوئے وار سب نظر آئے
ہر اک لعیں کے رُخ پر نگاہ کرتے تھے
تھے صابر ایسے کہ منہ سے نہ آہ کرتے تھے

۱۱۳
جفا سیدہ نے ہاتھوں سے دل کو تھام لیا　　ستم گروں نے جو بے رحمیوں سے کام لیا
زبان کاٹ لی جس دم علیؑ کا نام لیا　　یہ شیعہ ہونے کا سیّد سے انتقام لیا
گرے زمین پر ان کا جو حال غیر ہوا
تڑپ کے سرد ہوئے خاتمہ بخیر ہوا

نہ کس طرح سے مصیبت ہو دلخراش ان کی   وہ درّے کھائے کہ رگ رگ تھی پاش پاش ان کی
۱۱۴
نہ جانتے تھے جو توقیر بد معاش ان کی   فصیلِ قلعہ سے پھینکی زمیں پہ لاش ان کی

نبیؐ کے ہاتھ میں دینِ خدا کا ہاتھ دیا
جہاں میں حضرت مسلمؑ کا مر کے ساتھ دیا

پڑا زمین پہ جنت کا سونے والا تھا   لہو کو ان کے نہ کوئی بھی دھونے والا تھا
۱۱۵
نہ خاک گرم کوئی بھی بھگونے والا تھا   کوئی نہ میّتِ نوری پہ رونے والا تھا

جو آس پاس تھے سیّد کو کب وہ مانتے تھے
پسر وطن میں تھے حالِ پدر نہ جانتے تھے

خیالِ قہر جہانگیر کا جو بالا تھا   کسی کے دل میں نہ کچھ خوفِ حق تعالیٰ تھا
۱۱۶
یہ آسمان نے غم سیدوں پہ ڈالا تھا   مرے پہ کوئی نہ ان کو اُٹھانے والا تھا

کیا نہ دفن کئی دن تک ایسے محسن کو
ملی یہ ورثہ میں غربت حسینؑ کی ان کو

تھیں دور زوجہ تو سر کس کا کھلتا ماتم میں   نہ اُن کی ماں تھیں جو روتیں غریب کے غم میں
۱۱۷
کبھی تھا دھوپ میں لاشہ کبھی تھا شبنم میں   اُٹھاتا کون اُسے باپ تھا نہ عالم میں

قریب جو تھا اذیت وہ دینے والا تھا
سوا خدا کے خبر کون لینے والا تھا

یہ انقلاب کسی کا نہ دل ہوا پانی   نہ آگرے میں ملا ان کی قبر کا بانی
۱۱۸
گوالیار میں رہتے تھے ایک ایرانی   جو سوئے وہ ہوئی بحرِ الم کی طغیانی

زمین و چرخ کو اک اضطراب میں دیکھا
ملول فاطمہؑ زہرا کو خواب میں دیکھا

۱۱۹ وہ کہہ رہی ہیں کہ بے جا نہیں ملال مرا — پڑا ہے آگرہ میں مردہ ایک لال مرا
خیالِ شاہ ہے لیکن نہیں خیال مرا — تم اُس کو دفن کرو ہے یہی سوال مرا
ہلا دیا مرے دل کو غریب نے مر کے
خدا کو خوش کرو احسان بتولؑ پر کر کے

۱۲۰ یہ خواب دیکھتے ہی آب ہوگیا زہراؑ — سوار ہوگئے رہوار پر نہ دل ٹھہرا
جو دیکھی آگرہ میں لاشِ دلبرِ زہراؑ — مثالِ قبر پڑا دل میں گھاؤ اک گہرا
جو اُٹھ سکی نہ کسی سے وہ سر پہ دقت لی
برائے دفن جہانگیر سے اجازت لی

۱۲۱ تھا پارہ پارہ یہ حالت تھی جسم طاہر کی — شہید تھے نہ تھی حاجت لباس آخر کی
خبر کسی نے نہ غربت میں لی مسافر کی — اُٹھی نہ دھوم سے میت رضاؑ کے زائر کی
بنائے ظلم جہانگیر یوں دکھائی گئی
بنی لحد بھی تو مٹی میں وہ چھپائی گئی

۱۲۲ جو بادشاہ مخالف تھا کوئی کیا کرتا — کوئی نہ تھا کہ جو حق دین کا ادا کرتا
بجز فرشتوں کے تھا کون جو بکا کرتا — تھا کون مجلس سوئم میں جو ثنا کرتا
یہ سالِ رحلت نوری اب انتخاب ہوا
جو نورِ عدن ہے پنہاں وہ آفتاب ہوا

۱۲۳ مرض کے دور میں دل کو خیالِ نظم ہوا — بیاں شہید سوم کا مآلِ نظم ہوا
شفا کے بعد نمایاں کمالِ نظم ہوا — نمودِ مصرعِ آخر سے سالِ نظم ہوا
نہ کیوں جہاں کو رہے یاد صبرِ نوراللہ
دلوں میں شیعوں کے حامد ہے قبرِ نوراللہ

۱۳۴۸ھ

حالات وخدمات

شہیدِ رابع

علامہ مرزا محمد کاملؒ دہلوی

مختصر تعارف

نام	:	مرزا محمد کشمیری ثم دہلوی
تخلص	:	کامل
لقب	:	شہید رابع
والد کا نام	:	عنایت اللہ احمد خان کشمیری
تصنیف	:	نزہۃ اثناء عشریہ (۵ جلدیں)
شہادت	:	۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء
مزار مبارک	:	پنجہ شریف دہلی (ہندوستان)
سن مبارک	:	۵۰ برس

شہیدِ رابع

مرزا محمد کامل کشمیری، دہلوی

دنیا میں کروڑوں انسان پیدا ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں لیکن دنیا میں کچھ انسان ایسے بھی پیدا ہوتے ہیں جو اپنے کردار و کارناموں، علم وعمل اور ایثار و قربانی کی وجہ سے تاریخ آدم عالم میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ انہی مقدس ومقتدر ہستیوں میں ایک عظیم نام علامہ مرزا محمد کشمیری شہید رابع کی ذات والا صفات ہے جو اپنے اوصاف حمیدہ، صفات جلیلہ اور عظیم علمی کارناموں اور قربانیوں کی وجہ سے آج بھی زندہ ہیں اور تاقیام قیامت زندہ رہیں گے۔ ذیل میں ہم ان کی شخصیت اور کردار و کارناموں کا اجمالی جائزہ نذرِ قارئین ومومنین کر رہے ہیں۔

آپ کی شہرت کا اصل سبب آپ کا وہ علمی کارنامہ ہے جو آپ نے نزہتہ اثناء عشریہ بجواب تحفہ اثناء عشریہ تحریر فرمایا ہے۔ آپ کی تصانیف کی ایک بہت بڑی تعداد جس میں تقریباً پندرہ کتابیں آج بھی مختلف لائبریریوں میں موجود محفوظ ہیں لیکن بدقسمتی سے آج تک اردو میں ان کی تصانیف کا ترجمہ نہ ہوسکا جس کی وجہ سے آپ کی شخصیت و

کارنامے عامۃ المومنین کا کیا ذکر ہے اہل نظر کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ ہیں۔

ابتدائی تعلیم:

علامہ مرزا محمد کشمیری شہید رابع نے بچپن سے لیکر زندگی کے آخری لمحات تک تمام زندگی علوم کی اشاعت اور شریعتِ محمدی کو پھلانے کے لئے وقف کردی۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے لئے صرف ونحو ومنطق وفلسفہ کے (لیکچر) درسیات اپنے زمانے کے بہترین اساتذہ سے پڑھے اور علم لسانیات وادبیات کی تعلیم مکمل کی۔ طب کی تعلیم قانون شیخ وشرح موجز علامہ زمان حکیم شریف خان سے نہایت تحقیق اور غور وفکر سے حاصل کی۔ علوم دینی ونقلیہ سید جلیل القدر مولانا سید رحم علی صاحب کی خدمت میں حاصل کیے۔

کتب بینی کا شوق:

کم عمری میں ہی اپنی ذہانت کا لوہا منوا چکے تھے۔ آپ اپنی ذہانت سے اس دور کے علماء وفضلہ کو حیران کردیتے تھے۔ کتابوں کے مطالعے کا بے حد شوق تھا۔ چنانچہ حکیم شریف خان مرحوم نے ایک روز ایک ضخیم کتاب حاضرین مجلس کے سامنے پیش کی اور پوچھا کہ اس کتاب کا مطالعہ آپ حضرات کتنے عرصے میں کرسکتے ہیں۔ ہر شخص نے اپنی ہمت کے مطابق وموافق جواب دیا۔ آخر میں ایک شخص نے بہت کم مدت دو ماہ مقرر کی۔ حکیم شریف خان نے مرزا محمد صاحب کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس علم کے دریا نے سولہ دن میں اس کتاب کا مطالعہ اس طرح کیا کہ اس میں تحریر تمام انتخابات و فوائد اپنے پاس لکھ لئے۔

اساتذہ کی تعظیم:

مولانا رحم علی سے علوم عقلیہ کی تعلیم پائی تھی ان کی اس قدر تعظیم کرتے تھے کہ ایک

مرتبہ ایک مداح نے ایک مکان کا ملکیت نامہ ان کے پاس مہر و دستخط کے لئے بھیجا۔ مرزا صاحب نے وہ ملکیت نامہ اپنے ایک شاگرد کو دے دیا کہ اس پر مہر لگالاؤ۔ ان کے شاگرد نے مہر لگانے کے بعد آپ کا نام بھی تعظیمی الفاظ میں لکھ دیا۔ آپ تعظیمی الفاظ کے ساتھ اپنا نام پڑھ کر بہت ناراض ہوئے اور عبارت کاٹ کر اپنے قلم سے یہ لکھا کہ تصدیق کنندہ غلام خاص مولوی رحم علی مرزا محمد کامل۔

قوتِ اجتہاد:

صاحبِ شذر العقیان مولانا السید اعجاز حسین صاحب طاب ثراہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بیشتر احباب کے پاس مسائل فقہ کے جوابات علامہ مرزا محمد صاحب کے دستخط شدہ دیکھے ہیں۔ فروع کے مسائل میں خود اجتہاد فرماتے تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے۔ علم وعمل میں اس قدر کامل تھے کہ تمام ہم عصران کی قدر و جلالت کا اعتراف کرتے تھے۔

شاگردوں کی دلجوئی:

اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس زمانے میں رائج کتب برابر پڑھاتے رہتے تھے چونکہ اس زمانے میں لوگ مسائل اصول وفروع سے ناواقف تھے اس لئے دینی ہمدردی کی غرض سے بعض ایسی ابتدائی کتب کا درس بھی دیتے تھے۔ چنانچہ مرزا امیر علی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ آغازِ جوانی سے میں کتاب ''حدیقہ المتقین'' ملا محمد تقی مجلسی مرحوم سے پڑھتا تھا مگر بے پروائی کے ساتھ اور بے فکری سے ایک دن از راہِ کرم وشفقت مجھ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس طرح پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے شرم وحیاء سے گردن جھکالی اور سبق تمام کر کے گھر آیا۔ اتفاقاً اسی روز بیمار ہوگیا دو تین روز تک جناب مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر

نہ ہو سکا۔ چوتھے روز مسجد میں نماز عشاء کے بعد وظائف وتعقیبات میں مشغول تھا دیکھا کہ قبلہ مرزا صاحب میری جانب تشریف لا رہے ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دست بوسی کی اور اس زحمت خاص سے نہایت متعجب ہوا اور بعد سلام آپ نے فرمایا کہ اس دن برائے نصیحت میں نے جو کچھ تم کو کہا تھا غالباً نا گوار ہوا اور پڑھنا ترک کر دیا۔ عزیز من تحصیل علوم کے فوائد محتاج بیان نہیں۔ زندگی تیز رفتار ہوا کی طرح گزر رہی ہے۔ جب یہ وقت گزار جائے گا تو کف افسوس ملو گے۔

اسباب معیشت:

زمانہ کبھی اہل کمال کا ہمدرد نہیں ہوتا اور نہ وہ اس دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ خصوصاً ایسی برگزیدہ ہستیاں جن کا کل سرمایہ کسی سلطنت سے کم نہیں ہوتا۔ شہید رابع کو صرف پندرہ روپے ماہوار حکومت کی طرف سے ملتا تھا اور اسی میں اپنے تمام اخراجات بمشکل پورے کرتے تھے۔

فن طب میں ایک تصنیف:

طب سے متعلق کتابوں کو نہایت تحقیق اور غور وفکر سے پڑھا تھا اور علاج بھی برابر کرتے رہتے تھے۔ علم کے ساتھ عمل کا پلہ بھی برابر تھا۔ اسی زمانے میں ایک مکمل کتاب اس فن میں تصنیف کی جس کا شمار مدلّل کتب میں ہوتا ہے۔ لوگوں کی ناقدری کی وجہ سے کم یاب ہے مگر دہلی کے بعض کتب خانوں میں اب تک اس کے نسخے محفوظ ہیں۔

شاعرانہ ذوق وادبیات:

فن شعر ایک ایسے عالم روزگار کے لئے مایۂ ناز و قابل تذکرہ نہیں مگر بحیثیت ایک زبردست ادیب ہونے کے یہ ذوق فطری تھا اور کامل آپ کا تخلص تھا۔ آپ کی عربی و

فارسی کی نثری تحریریں ادب کی بھرپور خوبیوں سے پر ہوتی تھیں۔ اس کتاب میں دونوں عبارتوں کے نمونے ملیں گے جس سے ماہرین ادب اندازہ کر سکتے ہیں کہ طرزِ تحریر میں کمالات ادبی کس حد تک موجود تھے۔ خصوصاً نزہۃ اثناء عشریہ کا دیباچہ قابل دید ہے جس کی عبارت انشاء وادبیات کا بہترین نمونہ ہے۔

عزیزؔ لکھنوی لکھتے ہیں:-

علامہ صاحب کے اشعار عربی و فارسی میں میری نظر سے نہیں گزرے صرف ایک غزل جو بحالت مسودہ انہوں نے رف سرسری طور پر لکھی ہوئی تھی دیکھی جس میں جا بجا مصرع کٹے ہوئے تھے۔

تصنیفات

شہید رابع کی تاریخی زندگی کا ایک زرین ورق

۱۔ نزہۃ اثناء عشریہ بجواب تحفۂ اثناء عشریہ شاہ عبدالعزیز دہلوی، شہید رابع کے علمی کارنامے علماء میں تو مشہور ہیں لیکن تصنیفات کا ذخیرہ اگر شائع ہو جاتا تو علم و ادب کے قدردانوں کے لئے ایک مفید اور قیمتی اضافہ ہوتا۔ مگر آپکی زندگی کا بہترین کارنامہ نزہۃ اثناء عشریہ ہے جس نے ملت اسلامیہ کی بنیاد کو مستحکم کر دیا۔

ہندوستان میں سب سے پہلی شخصیت قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ کی تھی جن کے حالاتِ زندگی تحریر ہو چکے ہیں۔

دوسری ہستی علامہ مرزا محمد کشمیری شہید رابع کی ہے جن کے حالات پر مشتمل صفحات ہیں۔ تیسری زندگی خاتم المتکلمین علامہ سید حامد حسین صاحب نیشاپوری کی ہے جن کے حالات بھی بشرط حیات انشاءاللہ منظر عام پر آئیں گے۔

مرزا محمد لقب بہ شہید رابع شاہ عبدالعزیز کے ہم عصر تھے۔ تحفۂ اثناء عشریہ ان کی تصنیف ہے۔ حقیقت حال اس کی یہ ہے کہ نصر اللہ کابلی نے ایک کتاب صواقع کے نام سے تصنیف کی تھی جس میں کتب امامیہ سے ایسے دلائل پیش کئے تھے جو مخالفین کو کم میسر ہوئے۔ ان کی سعی مشکور نہ ہوئی اور وہ کتاب کسی طرح فاضل عزیز عبدالعزیز دہلوی کے ہاتھ لگ گئی۔ انہوں نے اپنی طرف سے کچھ اضافے کے ساتھ اس کا ترجمہ کر کے تحفہ نام رکھا۔ اس کتاب میں تمام تر گفتگو اصول وعقائد وفروع سے متعلق ہے۔ شاہ صاحب عبدالعزیز اپنی کتاب کی اشاعت سے قبل شہید رابع سے اکثر ملتے رہتے تھے اور مختلف علوم میں مباحثہ بھی ہوتا تھا مگر اشاعت کتاب کے بعد ملاقات کا سلسلہ ترک ہو گیا۔

نواب نجف خان مرحوم کا زمانہ تھا جو اس وقت کے مقتدر اور معزز شخصیت اور مذہب شیعہ کے قابل قدر لوگوں میں شامل تھے۔ ان کی شخصیت سے مرعوب ہو کر فاضل عزیز نے تحفۂ مسروقہ کو ایک فرضی شخص غلام حلیم کے نام سے شائع کیا۔ ناحق شناسوں کا رجحان اس کتاب کی طرف ہونے لگا۔

تحفۂ شاہ عبدالعزیز کی شہرت سن کر شہید رابع نے اس کتاب کا جواب دینے کے لئے کتاب تحریر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسباب معیشت کم تھے زمانہ مخالف تھا نہ تو کتابوں کا ذخیرہ تھا اور نہ ہی کوئی مددگار صرف خدا پر بھروسہ تھا اسی بھروسے پر اس اہم خدمتِ دین کو انجام دیا چنانچہ اسی زمانہ میں ایک خط جنابِ غفران مآب مولانا السید دلدار علی صاحب طاب ثراہ کے نام جس میں اپنے بعض مصائب وامراض کا ذکر کیا ہے افسوس کہ وہ خط مکمل نہیں مل سکا صرف ایک ٹکڑا دستیاب ہوا۔ خط مذکورہ کو ادبی قابلیت کا بہترین نمونہ ہونے کے علاوہ چونکہ شہید رابع کے بعض حالات پر مشتمل ہے اس لئے نظر قارئین کیا جا رہا ہے۔

خلاصہ مکتوب:

یہ خط شہید رابع کی عربی طرزِ تحریر کا ایک مختصر نمونہ ہے۔ لفظی ترجمہ طوالت کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے اور صرف خلاصہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے۔ چونکہ خط کا ابتدائی حصہ نہیں ملا اس لئے تحریر میں ربط نہیں مگر عبارت کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب غفران مآب نے ایک خط اور کوئی کتابچہ شہید رابع کو بھیجا تھا۔ اس کی عبارت کی تعریف اور مبارک باد پیش کرتے ہوئے تاخیر سے جواب لکھنے کی معذرت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار ہو گیا تھا۔ بخار کی شدت نے مزاج میں سستی پیدا کر دی تھی اور کمزوری کی کوئی حد نہ تھی کئی دن تک بیماری کے عالم میں بستر پر پڑا رہا۔ نہ کھانے میں لطف نہ پینے میں مزا یہاں تک کہ خدا نے احسان کیا صحت کا آبِ حیات باغ جسد کی نہروں میں جاری ہوا اور زمین مردہ پر سلامتی کی بارش ہوئی۔ قبل اس کے کہ بیماری میں انتقال ہو جاتا۔ اس کے بعد خلوص و محبت کا اظہار کیا ہے اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ مرزا محمد کاظم خاں صاحب کے کہنے پر نزہۃ اثناء عشریہ کی چوتھی جلد آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ خدا اس کو مکمل کرنے کی توفیق دے۔ امید ہے کہ آپ اس کو ملاحظہ فرما کر شرف یاب کریں گے۔ باقی التماس دعا۔

حقیقت یہ ہے کہ شہید رابع نے اس کتاب سے دین اسلام کی ایسی حمایت کی ہے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ راہِ خدا میں ایسا جہاد لسانی جس کے سامنے جہاد سیفی و لسانی کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی۔ دین کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اور قلعہ اسلام مستحکم ہو گیا۔ جزاللہ آیت صفحہ نمبر ۲۴، اگر شہید رابع اور دیگر علمائے کرام ان اعتراضات کا جواب نہ دیتے تو یقیناً دائرہ اسلام تنگ نظر آتا۔

شہید رابع کی یہ فضیلت کم نہیں کہ وہ اس معرکہ کا مقابلہ کرنے کے لئے سب سے

پہلے قدم اُٹھانے والے ہیں اور حمایت اسلام میں ان کی کاوش قابل تحسین ہے۔اس کتاب کی تصنیف کو سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔آج تک یہ کتاب علماء وفضلہ کو فیض پہنچا رہی ہے اور مخالفین باوجود اس کے کہ تحفہ کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔نزہتہ اثناء عشریہ کے ہر خشک وتر پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ڈھکے چھپے طور پر شہید رابع کی دانائی اور علمی جہاد کے معترف ہیں اور اس فن کا مجتہد جانتے ہیں۔جن لوگوں نے علم کلام کا مطالعہ کیا ہے مثلاً ممتاز مصنفین فاضل رشید اور مولوی حیدر علی وغیرہ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

کتاب نزہتہ کی خبر جب مصنف تحفہ نے سنی تو نہایت کوششوں سے اس کو تلاش کیا جو کہ ان کے اس خط سے ظاہر ہے جو حکیم شریف خاں صاحب کے نام لکھا تھا صفحہ نمبر ۲۴۔۲۵۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ فاضل کامل محقق مرزا محمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے تحفۂ اثناء عشریہ کے جواب میں کتاب لکھی ہے اگر آپ کو ان کی تحریر شدہ کتاب ملے تو امید ہے کہ آپ ایک نسخہ میرے لئے بھی حاصل کریں گے۔

مصنف تحفۂ دہلی کے رہنے والے تھے اور ہر قسم کی سہولت ان کو فراہم تھی۔نزہتہ کی جلدیں بھی ان کی نگاہ سے گزر چکی تھیں مگر مقابلے ومناظرے کی ہمت نہ ہوئی۔فاضل رشید نے مسئلہ طہارت ''خمر دجمع بین العلوقین'' کے متعلق چند شبہات لکھ کر شہید رابع کی خدمت میں بھیجے۔علامہ صاحب نے ان کے جوابات میں ایک خط نہایت زرانت اور خزانت کے ساتھ تحریر کیا۔جب وہ خط فاضل رشید کو ملا تو انہوں نے ایک رسالہ جس کا نام ''غرۃ الراشدین'' لکھا۔شہید رابع نے اس کا جواب دینا وقت کا زیاں سمجھا مگر عالم ومحقق حکیم باقر علی خان نے اس کا جواب دیا ان کے علاوہ اور حضرات نے بھی تفصیلی

جواب لکھا جو ''معین الصادقین'' کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ مفتی محمد قلی خاں صاحب طاب ثراہ نے نزہتہ اثناء عشریہ کے اکثر مقامات پر حاشیے تحریر کیے ہیں اور اصل صواقع کی پوری عبارتیں اس ثبوت میں تحریر کر دی ہیں کہ یہ تحفہ شاہ صاحب سے نقل کی گئی ہیں۔

زائچہ ولادت صاحب الامر علیہ السلام مشکل مقامات سے ہے لیکن اس مقام پر نہایت مفید ہدایت درج ہیں۔ چوتھے اور نویں باب کی تصیح خود کی تھی جس کی جلدیں شہید رابع کے کتب خانے سے چوری ہوگئیں۔ دوسری مرتبہ پھر ان کو نقل کروایا اور کئی جلدیں اپنے ہاتھ سے لکھیں۔

یہ واقعات موجودہ زمانے کے لئے سبق آموز ہیں۔ اس زمانے کے علماء اپنے ہمعصروں کا کس قدر احترام کرتے تھے اور ان کی تصنیفات کی اشاعت اور تکمیل اور تصیح کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ تزکیۂ نفس اور قلب کی پاکیزگی کی یہ بہترین مثالیں ہیں جو آج کے دور میں ناپید ہو کر رہ گئی ہیں۔

جناب سلطان العلماء جن کی قابلیت سے سب آشنا تھے حکمراں عزت کرتے تھے۔ آپ نے کتاب کی اشاعت اور تصیح میں جو کوششیں کی ہیں وہ عہدِ تحریر سے باہر ہے۔ اتفاقاً مفتی محمد قلی خاں صاحب کے نام سلطان العلماء کے چند خطوط موجود ہیں جن سے اس کتاب نزہتہ اثناء عشریہ کی خوبیوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محترم قارئین ان خطوط سے اس کتاب کی عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ سب سے بڑا شرف اس گراں قدر تصنیف کو یہ حاصل ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مرزا محمد صاحب درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور شہید رابع کہلائے۔

نزہتہ اثناء عشریہ جو آج کل دستیاب ہے اس میں صرف پانچ ابواب کا جواب ہے۔

اوّل، سوم، چہارم، پنجم، نہم۔ ان پانچ ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب اول میں دعویٰ حدوث، مذہب اہل حق کی رد کی گئی ہے یعنی شیعہ جدید ہے قدیم نہیں ہے اور اہل تشیع کے مختلف فرقوں کا ذکر ہے۔

اس باب کا صحیح ترین نسخہ کتب خانۂ فردوسیہ میں موجود ہے جس میں تقریباً اٹھارہ ہزار بیت ہیں۔

باب سوم: اس جلد میں تقریباً چھ ہزار بیت ہیں اور صحیح ترین نسخہ کتب خانۂ فردوسیہ میں محفوظ ہے۔

اصل مسودہ جو شہید رابع کا لکھا ہوا تھا اور خط شکست میں تحریر تھا اس میں بعض مقامات پر جگہ چھٹی ہوئی تھی اس لئے نقل کی بھی تصیح نہیں ہوسکی۔

باب چہارم۔ اخبار ورجال درداۃ کے حالات میں ہے۔ اس باب میں فاضل عزیز نے حدیث ثقلین کا ذکر کیا ہے۔

اس جلد کے بیشتر نسخے صحیح اور مکمل ملتے ہیں۔ سب سے بہتر نسخہ وہ ہے جس کی تصیح جناب سلطان العلماء نے اپنی جوانی کے زمانے میں کی تھی اور اکثر مقامات پر ہدایت اور فوائد بھی تحریر کئے ہیں۔ اس نسخے کی ایک کاپی کتب خانہ فردوسیہ میں بھی محفوظ ہے۔

باب پنجم: مسائل الٰہیات میں ہے۔

اس جلد کے بھی کامل نسخے اکثر مقامات پر موجود ہیں لیکن صحیح ترین نسخہ مرزا کاظم علی صاحب مرحوم کے پاس تھا جس کی تصیح خود مصنف شہید رابع نے کی ہے اس جلد میں تقریباً دس ہزار بیت ہیں۔

باب نہم: اس میں احکام فقیہ ہیں۔ اس میں بھی صاحب تحفہ نے ان باتوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کاموں میں شیعوں نے حدیث ثقلین کی مخالفت کی ہے۔

اس جلد میں تقریباً بارہ ہزار بیت ہیں۔ مولانا السید اعجاز حسین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جلد اول، چہارم، پنجم، بخطِ مصنف کتب خانہ وقفیہ مولانا السید علی صاحب میں دیکھی ہیں جن کا خط باوجود روانی نہایت پاکیزہ ہے۔

دیگر تصانیف:

۲۔ ''رسالہ در علم'' صرف فارسی زبان میں تحریر ہے۔

اس رسالے کا اصلی نسخہ علامہ شہید رابع کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور کتب خانہ فردوسیہ میں محفوظ ہے۔

۳۔ ''رسالہ در علم بدیع'' مولانا السید اعجاز حسین صاحب قبلہ تحریر کرتے ہیں کہ اس کتاب کا اصل مسودہ میں نے خود دیکھا ہے لیکن اس کے نام سے مطلع نہیں ہوا۔

۴۔ ''نہایت الدرایہ'' در علم درایت حدیث شرح، رسالہ دجیزہ مولانا بہاء الدین علیہ الرحمہ بزبانی عربی۔ یہ بے نظیر تصنیف شہید رابع کی آیاتِ کمالات سے ہے۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ علم درایت میں ایسی کوئی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ شہید رابع نے اس کتاب میں دادِ تحقیق و تدقیق دی ہے۔ شیخ کا رسالہ دو ورق سے زیادہ کا نہیں ہے لیکن یہ شرح تقریبا پندرہ ہزار بیت کی ہے۔ اس شرح سے ان کے مختلف علوم وفنون کے کمالات نمایاں ہوئے ہیں۔

اس کتاب کا اصل نسخہ بقلم شہید رابع کتب خانہ فردوسیہ میں موجود ہے۔

۵۔ تاریخ العلماء۔ نزہۃ اثناءعشریہ کے باب سوم میں جہاں علمائے امامیہ کا تذکرہ کیا ہے اس کتاب کا حوالہ شہید رابع نے دیا ہے۔

۶۔ ''تنبیہ اہل الکمال'' اس کتاب میں جھوٹ گڑھنے والے، ناواقف ضعیف

(خارجی، ناصبی) قدریہ اور مرجیہ فرقے سے تعلق رکھنے والے راویوں کے نام تحریر کئے ہیں جس کو شہید رابع نے ''تقریب ابن حجر عسقلانی'' سے حاصل کیا ہے اور نزہتہ کے باب چہارم میں بھی اس کا حوالہ دیا ہے۔اس کتاب میں تقریباً چھ ہزار بیت ہیں۔

۷۔ رسالۂ ایضاح المقال فی توجیہہ اقوال الرجال۔اس رسالے میں اقوال ردا سے احادیث امامیہ کی توجیہہ کی ہے۔

۸۔ رسالہ فلسفہ

۹۔ تتمۂ نزہتہ باب فقیہات۔اس رسالہ کو لوگوں نے نزہتہ میں شامل نہیں کیا۔اس میں تعصّبات اہل سنت کا تذکرہ ہے۔مثلاً (۱) محبت اہل بیتؑ لازم نہیں ہے (۲) درود میں لفظ ''آل'' خارج کر دیا گیا (۳) حاکم نجاشی خاتمہ عبداللہ بن ابی شرح مرتد ہے (۴) یزید کو خلیفہ تسلیم کرنا (۵) حکم ولید پر ایمان اور اطاعت واجب (۶) حکم بخش خاتمہ حجاج ابن یوسف (۷) روز عاشورہ کو عید ماننا (۸) سجدہ شمس وقمر (۹) منی کا پاک جاننا (۱۰) آب مستعمل وضو کو نجس جاننا اس قسم کے عجیب وغریب مسائل کا تذکرہ ہے۔

۱۰۔ منتخب کنزل العمال ملا علی متقی جس میں امامتِ جناب امیرؑ کے متعلق احادیث تحریر کئے ہیں۔

۱۱۔ منتخب فیض القدیر شرح جامع صیغر از مصنفات مناری۔اس کی چار جلدیں ایک ہی جلد میں ہیں جس میں اندازاً پندرہ ہزار بیت ہوں گے کتب خانہ فردوسیہ میں محفوظ ہے۔

۱۲۔ منتخب النساب سمعانی۔ اس کتاب میں حافظین اور محدثین کے ترجمے نکال کر انساب کا تذکرہ کیا ہے۔تصیح انساب کے لئے نہایت مفید ہے۔

۱۳۔ رسالہ بداء۔ جس کا حوالہ نزہۃ اثناء عشریہ کی پانچویں جلد میں دیا ہے۔

۱۴۔ رسالہ مسئلہ رویت

۱۵۔ منتخب کتب کثیرہ اہل سنت "مولانا اعجاز حسین صاحب قبلہ تحریر کرتے ہیں کہ اس کا کافی ذخیرہ نااہل لوگوں کے ہاتھوں سے برباد ہو گیا مگر حسبِ ذیل کتابوں کا انتخاب میری نظر سے گزرا ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح نساء، سنن ابو داؤد، موطائے مالک نقادۃ التصوف، رجوع الفرع الی الاصل از شرف الدین، تلمیز شاہ ولی اللہ، فتاویٰ ولواحی، فتاویٰ حمادی، القان سیوطی، طبقات حنفیہ ملا علی قاری رحمۃ الامہ شعرانی شرح مواقف، شرح یزدودی، منہاج شرح صحیح مسلم از نودی، رجال مشکوۃ، شیخ عبدالحق دہلوی، رجال، صحیص از ملا علی قاری، کتاب السیاسۃ الامامہ ابن قتیبہ، رسالہ فخر الدین، سبل الہدی، تاریخ بدار فی تاریخ خمیس فی احوال النفس النفیس، تاریخ یافعی، تاریخ ابن خلکان، شرح نسب نامہ سرور کائنات، حلیۃ الاولیا لابی نعیم الاصفہانی، مسند احمد حنبل، تاریخ طبری رسالہ تحقیق مذہب شیخ الرئیس جمع بین الصحیحین حمیدی، شرح مسند شافعی، متفق و تفریق، فتاویٰ عالمگیریہ، مختصر وقایہ، کافی ہدایہ فتح الباری شرح بخاری، ارشاد الساری، شرح بخاری، مدارج النبوہ، معارج النبوۃ، نجم وہاج، شفائی قاضی عیاض، جامع الاصول، استیعاب ابن عبد البرّ شرح مشکوۃ، شیخ عبدالحق، معالم التنزیل، روضۃ الصفا، روضۃ الاحباب، حبیب السیر، شرح برجندی بر مختصر وقایہ، تذکرہ ہفت منظوم، کفایہ، کتاب الادب بخاری، شاہ جہاں نامہ، تاریخ الخلفاء سیوطی لملل ونحل شہرستانی شرح مقاصد۔ علامہ تفتازانی۔

۱۶۔ کتاب درفن طب

مفتی محمد قلی خان صاحب سے تعلقات ومراسلات:

شہید رابع اور مفتی صاحب کے درمیان بے حد رواسم تھے اکثر خط وکتابت ہوا کرتی تھی کبھی کبھی مومنین کی سفارش بھی مفتی محمد قلی خاں صاحب سے کیا کرتے تھے۔ یہ خطوط اب تک کتب خانۂ فردوسیہ میں محفوظ ہیں۔

مخالفین کا عناد:

جناب مولانا السید اعجاز حسین صاحب قبلہ مرزا امیر علی کی زبانی تحریر کرتے ہیں کہ جس زمانے میں شہید رابع کتاب تحفہ اثناء عشریہ کا جواب لکھنے میں مصروف تھے مخالفین میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ چنانچہ چند آدمیوں نے آپ کے قتل پر عہد و پیمان کیا اور باہم قسم کھا کر اپنے کمینے ارادے پر کمر باندھی۔

شہید رابع رات کو مطالعہ کتب وتحریر کے بعد تنہا سویا کرتے تھے۔آپ کے مکانات سے متصل ان مخالفین کے مکانات تھے۔ ایک رات کو لوگ جمع ہو کر شہید رابع کے کمرے میں داخل ہوئے اور تلواروں سے آپ کے بستر پر حملہ کر دیا اور سمجھے کہ آپ کو قتل کر دیا لیکن اتفاق سے اس رات کو شہید رابع مطالعہ کتب میں دوسری جگہ مصروف تھے اور ان کے بستر پر مرزا علی صاحب جو ان کے بھانجے تھے لیٹے ہوئے تھے۔ جب تلواریں ان پر لگیں اور مرزا علی کی آواز وفریاد شہید رابع کے کان تک پہنچی تو آپ اپنے حجرے سے جہاں کچھ تحریر فرما رہے تھے باہر تشریف لائے اور آدمیوں کو جگایا۔

واقعہ قتل:

جناب مولانا السید اعجاز حسین فاضل اجل مرزا امیر علی خان شاہجہانی آبادی شاگرد شہید رابع کی زبانی یہ واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ نواح دہلی میں ایک شخص امیر وکبیر بادشاہ وقت سے خاص قرابت رکھتا تھا۔ تعصب کا خون اس کی رگ رگ میں موجزن تھا۔

ہمیشہ اطفائے نورِ الٰہی میں سرگرم رہتا تھا۔ جب شہید رابع کی کتاب نزہۃ اثنا عشریہ شائع ہوئی اور حقیقت کا انکشاف ہوا تو سب سے زیادہ مذکورہ شخص متاثر ہوا اور مختلف مکر وحیلہ سے شہید رابع کو مخفی طریقوں سے ضرر پہنچانے کی کوششیں کیں مگر کامیابی نہ ہوئی مجبوراً اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا اور بادشاہ دہلی کو ایک عرضی اس مضمون سے بھیجی کہ حضور والا میرے علاج کے واسطے کسی ماہر طبیب کو معمور فرمادیں۔ دو دن بعد پھر ایک خط لکھا کہ اگر بادشاہ سلامت کو یہ منظور ہے کہ فریادی کچھ دن اور زندہ رہے تو سلطان العلما علامہ مرزا محمد کو میرے علاج کے واسطے حکم کردیں یا جناب والا میری زندگی سے دستبردار ہوجائیں۔ بادشاہ جو اس راز سے بے خبر تھا اس نے شہید رابع سے ایک فرمان کے ذریعے کہا کہ اب آپ فلاں شخص کے علاج کے لئے جائیں۔ شہید رابع چونکہ اس شخص کے ارادے سے واقف تھے اتمام حجت کی خاطر انکار کردیا۔ مگر جب بے حد تقاضا و اصرار حکومت کی طرف سے ہوا تو ناچار آیت رضا بقضائے وتسلیماً لامرہ کہہ کر آمادہ سفر ہوئے۔ رخصت کے وقت سب سے فرمایا کہ غالباً داعی اجل نے اس سفر میں مجھ کو دعوت دی ہے لہٰذا اس کو وداع آخری سمجھنا چاہیئے۔ میں ہر شخص کے حقوق سے بری الذمہ ہونا چاہتا ہوں۔ آخر جو کہا تھا وہی ظاہر ہوا اس مکار نے علامہ صاحب کو زہر دغا سے شہید کیا۔

مرزا محمد تقی صاحب رسالہ دار جو شہید رابع کے مخلصین میں سے تھے تحریر کرتے ہیں۔ لاش دہلی لائی گئی اور پنجہ شریف میں مدفون ہوئے۔ وقتِ وفات سن شریف پچاس سے زیادہ تھا۔

ایک خواب:

فاضل مرحوم مرزا امیر علی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں سو رہا تھا خواب میں

دیکھا کہ سردار اصفیا حضرت علیؑ کا تابوت جا رہا ہے اور حسنینؑ ساتھ ساتھ ہیں۔ حالتِ خواب میں مجھ پر رقت طاری ہوئی اور رونے کی آواز سن کر گھر میں مجھے کسی نے جگا دیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھ سے رونے کا سبب پوچھا میں نے خواب بیان کرنا شروع کیا۔ ابھی خواب بیان کر رہا تھا کہ ایک عورت شہید رابع کے مکان سے آئی اور آواز دی میں اس کی آواز سن کر حیران ہوا کہ اتنی رات گئے خلافِ معمول کون آیا ہے۔ غرض کہ وہ عورت اندر آئی اور اس نے کہا کہ حکیم صاحب کی لاش آئی ہے جہاں گئے تھے وہاں ان کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ میں اسی وقت سراسیمہ و پریشان شہید رابع کے مکان پر گیا اور خان والا شان سعادت علی خان شاگرد شہید رابع کی ہمراہی میں مشغول تجہیز و تکفین ہوا۔ جس وقت شہید رابع کا جنازہ اٹھایا گیا تو مجمع کی کیفیت اور ہیئت کذائی بالکل وہی تھی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ یمین و یسار میں مجھے خواب میں جو مقدس صورتیں نظر آئی تھیں وہی بیداری میں بھی دیکھیں۔

مرقد مطہر:

دہلی میں پنجہ شریف ایک مقام ہے جہاں لوگوں کا اعتقاد ہے کہ امیر المومنین کی انگلیوں کے نشان موجود ہیں اور بھی مومنین کی قبریں ہیں وہی اس علامۂ روزگار شہید رابع کے جسم مقدس کو سپردِ خاک کیا گیا۔ ذیل کا قطعہ تاریخ سنگ مرقد پر کندہ ہے۔

آں میرزا محمد وآں ہادی علوم   حامی دین شیعہ ز اولاد مصطفےٰؐ
جاں مس و مید در تن دین محمدیؐ   از نطق روح پرور انفاس جانفزا

شد جاں زتن برون خرد گفت سال او
در شیونش بگریہ بگو وا محمداؐ

❀❀❀

حالات و خدمات

شہیدِ خامس

آیت اللہ سید محمد باقر الصدرؒ

مختصر تعارف

نام	:	سیّد محمد باقر
لقب	:	شہیدِ خامسؒ
تصانیف	:	فدک تاریخ کی روشنی میں، غایۃ الفکر فلسفتنا، اقتصادنا
شہادت	:	سنہ ۱۴۰۰ھ / ۱۹۹۰ء
مزار مبارک	:	نجف اشرف
سن مبارک	:	۴۷ برس

شہیدِ خامس

آیت اللہ سید محمد باقر الصدرؒ

مختصر تعارف:

آیت اللہ سید محمد باقر الصدرؒ، نجف اشرف کے اس عظیم علمی خانوادے کے فرد تھے جس میں ہر دور میں باعمل، فعال اور انقلابی رہنما پیدا ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے بزرگوں نے مدتوں امت اسلامیہ کی قیادت و رہبری کی ہے اور مختلف علمی و اصلاحی تحریکوں میں حصہ لیا ہے۔

ابتدائی تربیت:

آقائے باقر الصدرؒ کی تربیت ابتدائی طور پر اپنے خاندان ہی میں ہوئی اور اسی خاندان کے بزرگوں نے اپنے اس باشعور فرزند کو علم و ادب سے آراستہ کیا۔ ابتدائی علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے تحقیق و تدقیق کے میدان میں قدم رکھا اور اس شان سے قدم رکھا کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ کی علمی جلالت و ذہانت کے مداح تھے۔

پہلی تحقیقی کتاب:

علمی و فکری جہاد جو آپ کا خاندانی ورثہ تھا اس میں آپ نے نہایت کم عمری ہی سے

حصہ لینا شروع کر دیا تھا اور اسلام کے فکری نظام اور تاریخ اسلام کے مختلف پیچیدہ ترین موضوعات پر آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے نہایت عالمانہ مقالے اس وقت سے پیش کرنا شروع کر دیئے تھے۔ جبکہ ابھی آپ عنفوانِ شباب میں بھی داخل نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے تاریخ اسلام کے ایک اہم ''مسئلہ فدک'' پر فقط گیارہ برس کی عمر میں ایک انتہائی گراں قدر تحقیقی کتاب ''الفدک فی التاریخ'' کے نام سے تحریر فرمائی۔

حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں آمد:

۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۶۴ء میں آپ شہر مقدس کاظمین سے حوزۂ علمیہ نجفِ اشرف تشریف لائے، نجفِ اشرف پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصے کے اندر آپ کی خدا داد صلاحیتوں کو ایسی جلا ملی کہ کم سنی کے باوجود آپ نے علم و منطق کا درود پڑھنا شرع کر دیا اور اس فن میں ایک نہایت اہم کتاب بھی تحریر فرمائی۔ ۱۳۸۰ھ سے قبل فقط سترہ برس کی عمر میں درس خارج پڑھنا شروع کر دیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے حلقۂ درس میں تشنگانِ علم جوق در جوق شامل ہونے لگے اور تھوڑا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مسجدِ طوسی (جہاں کا آپ درس دیا کرتے تھے) آپ کے شاگردوں سے چھلکنے لگی اور اگرچہ آپ کے شاگردوں میں بیشتر تعداد ان ہی اہل علم کی ہوتی تھی جو فقہ و اجتہاد کے ابتدائی مراحل طے کر چکے ہوتے تھے۔

آپ کی ذہنی استعداد کا یہ عالم تھا کہ مقدمات و سطوح کی متعدد نصابی کتب بغیر کسی استاد کے خود ہی حل کر لیتے تھے اس طرح ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے علم الاصول فقہ کی مشہور کتاب ''معالمہ الاصول'' کا درس اپنے برادر محترم سے حاصل کرنے لگے اور بہت جلد اس کتاب پر آپ کی گرفت اتنی مضبوط ہوگئی کہ آپ اس کتاب کے مطالب پر ناقدانہ طریقے سے اپنا نکتہ نظر پیش کرنے لگے اس سلسلے میں آپ نے ''العالمہ الجدید''

کے نام سے کتاب تحریر فرمائی جو نجفِ اشرف اور قم جیسے بین الاقوامی علمی اداروں کے نصاب میں داخل ہے۔

آقائے باقر الصدران نابغۂ روزگار علماء و محققین میں سے ہیں جنہوں نے فقہ و اصول کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں بھی علم و تحقیق کے دریا بہائے ہیں اور فلسفۂ واقتصاد سے متعلق ایسی گراں بہا کتب تصنیف فرمائیں جن کی نظیر لانا مشکل ہے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کو دین اسلام کی خدمات اور افکار اسلامی کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کر کے نہایت کم سنی میں شرق و غربِ عالم سے اپنی قابلیت کا لوہا منوالیا اور غیر اسلامی خیالات کے خلاف جہاد کو اپنی زندگی کا سب سے اہم نصب العین قرار دے کر یہ واضح کیا کہ اسلام اتنی گراں قدر نعمت ہے کہ اس کی نشر و اشاعت کیلئے جان جیسی متاع عزیز قربان کی جاسکتی ہے۔

اتحاد بین المسلمین:

ملت اسلامیہ کے حقیقی مسائل اور ان کے حل کے سلسلے میں بھی آپ غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ آپ دنیا بھر کے مظلوم و محکوم مسلمانوں کی آزادی اور استقلال کے خواہشمند تھے۔ ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی اور اغیار کے تسلط سے نجات کی واحد راہ ''اتحاد بین المسلمین'' کو قرار دیتے تھے۔

شہادت:

عراق کی ''بعث پارٹی'' اسلام کو بیخ د بن سے اکھاڑنے پر کمر بستہ تھی، آقائے باقر الصدر نے فکری میدان میں اور اجتماعی تنظیمی طریقہ کار کو اختیار کرتے ہوئے ان کے نظریات اور سیاسی قوت پر کاری ضرب لگائی اور آپ نہایت پامردی سے اپنے دینی مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ قید و بند، تحریر و تقریر اور ملاقاتوں پر پابندی

بھی آپ کے افکار کی پرواز کو نہ روک سکی اور عراق کے مظلوم عوام آپ کے بلند کیئے ہوئے پرچم حریت کے تلے جمع ہونے لگے۔

عراق کے ظالم حاکم صدام نے آپ کو بغداد کے تاریک زندان میں قید کر دیا اور آخر وقت کے فرعون صدام نے ۲۴ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۹۰ء کو اس شمع علم وادب کو ہمیشہ کے لئے گل کر دی۔ آقائے باقر الصدرؒ کے ساتھ آپ کی ہمشیرہ آمنہ بنت الہدیٰ کو بھی نہایت بہیمانہ طور پر شہید کر دیا۔

تصنیفاتِ شہیدِ خامس:

آقائے باقر الصدر کی عمر مبارک شہادت کے وقت پینتالیس برس سے زیادہ نہ تھی لیکن آپ نے اس مختصر عرصے میں تالیف وتدوین، تحقیق وتدقیق اور قیادت ورہبری جیسے فرائض انجام دیئے۔ حالات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہدِ حاضر میں عالم اسلام میں اتنا ذہین، دانشمند، مفکر اور باصلاحیت انسان کوئی دوسرا نہیں تھا۔

آقائے باقر الصدرؒ نے بکثرت علمی واسلامی موضوعات پر گراں قدر کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے مندرجہ یل کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فدک فی التاریخ:

اس کتاب کا اردو ترجمہ ''فدک تاریخ کی روشنی میں'' سرفراز قومی پریس لکھنؤ (انڈیا) سے شائع ہوا تھا۔ آقائے باقر الصدرؒ نے تاریخ اسلام کے اس حساس ترین مسئلہ پر تجزیہ وتحلیل کے ساتھ نہایت مفصل بحث فرمائی ہے۔

غایۃ الفکر فی علم الاصول:

آقائے باقر الصدرؒ نے اس کتاب میں علم الاصول کے انتہائی پیچیدہ مسائل کو

چھیڑا ہے اور بڑے عمدہ پیرائے میں ان پر بحث فرمائی ہے۔

فلسفتنا:

یہ کتاب ۱۹۵۹ء میں مکمل ہوئی۔ آقائے باقر الصدرؒ نے اس کتاب میں اس مسئلہ سے بحث کی ہے کہ اس کائنات میں انسان اگر بہتر زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے کسی نظام کو اپنانا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نظام زندگی کی بھی نشاندہی کی ہے جو انسانیت کو خوش بختی اور امن و آشتی کی زندگی میسر کر سکتا ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ OUR PHILOSPHY کے نام سے لندن سے شائع ہو چکا ہے۔ اس سے قبل اس کتاب کا فارسی ترجمہ بھی شائع ہوا تھا۔

اقتصادنا:

آقائے باقر الصدرؒ نے اس کتاب میں کمیونیزم، سوشلزم اور کیپٹلزم وغیرہ کی خرابیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ تمام نظام معاشرے کو عدل ومساوات پر چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ نیز یہ نظام انسانی معاشرے کے لئے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آقائے باقر الصدرؒ نے اسلام کے اقتصادی نظام کو نہایت تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے عادلانہ معاشی و اقتصادی نظام کو اگر دنیا بھر میں رائج کر دیا جائے تو نہ صرف مذہبی نکتہ نظر سے دین کا ایک اہم تقاضہ پورا ہوگا بلکہ دنیاوی نقطۂ نظر سے بھی انسانیت کی ایک اہم ضرورت پوری ہوگی اور اس عادلانہ نظام کی برکات سے پورا عالم انسانیت فیض یاب ہوگا۔ مولف نے اس کتاب کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں سرمایہ داری نظام کو پیش کیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں اسلام کے اقتصادی نظریہ کو واضح کیا گیا

ہے۔اس کتاب کا انگریزی، فارسی اور ترکی زبانوں میں ترجمہ طبع ہو چکا ہے۔اردو زبان میں یہ کتاب ''ہمارے اقتصادیات'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

الفتاویٰ الواضحۃ:

یہ کتاب آقائے باقر الصدرؒ کا رسالہ عملیہ (توضیح المسائل) ہے۔آپ نے اس رسالۂ عملیہ کو جدید و منفرد انداز سے پیش کیا ہے اور فقہی احکامات کو نہایت سادہ اور عصری تقاضوں کے مطابق نہایت عمدہ اسلوب میں تحریر کیا ہے اور آخر اس رسالہ میں احکام شرع کی حکمت و فلسفہ کو بھی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

البنک الاربوی فی الاسلام:

آقائے باقر الصدرؒ نے اپنی اس کتاب میں استقرائی منطق کی بنیادوں پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے قدیم یونانی اندازہ استدلال کی اصطلاحات کی قید سے آزاد ہو کر علم منطق کو جدید نظریات اور فلسفہ اور سائنس کے حوالہ سے سمجھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

البنک الاربوی فی الاسلام:

اس کتاب کا اردو ترجمہ ''اسلامی بینک'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔یہ بھی اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے کیونکہ آقائے باقر الصدرؒ نے اس کتاب کو ان تمام تالیف سے بلند کر دیا ہے جو بینک کے نام پر صرف سود کی حرمت کی وضاحت کر کے خاموش ہو گئی ہیں اور بینک کے موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکی ہیں۔

آقائے باقر الصدرؒ کی دیگر کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۸) اہل بیت تنوع ادوار و حدت ہدف (۹) بحث حول الولایۃ (۱۰) الانسان المعاصر والمشکلۃ الاجتماعیۃ (۱۱) ماذ العرف عن الاقتصادی الاسلامی (۱۲) بحث حول

الهدی (۱۳) مدرسۃ القرآنیہ (۱۴) المرسل والرسول والرسالۃ (۱۵) نظرۃ عامہ فی العبادات (۱٦) العالم الجدیدۃ (۱۷) دروس فی علم الاصول (۱۸) بحوث فی شرح العروۃ الوثقی (۱۹) الاسلام یقود الحیاۃ (۲۰) خلافۃ الانسان وشہادۃ النبیاء (۲۱) لمحۃ فقہیۃ عن دستور الجمہوریۃ الاسلامیۃ (۲۲) رسالتنا، سولہ مقالات کا مجموعہ۔

حیاتِ طیّبہ

حضرت فاطمہؑ زہرا

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

ذوالجناح

حضرت امام حسین علیہ السّلام کے اسپِ وفادار کی مکمّل تاریخ

تصنیف
علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

سوانح

شہزادۂ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

عربی، فارسی، اردو تاریخ میں شہزادہ پر پہلی کتاب

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

علامہ سید ضمیر اختر نقوی کی کتابیں

عشرۂ مجالس

معجزہ اور قرآن
عظمتِ صحابہ
احسان اور ایمان
ولایتِ علیؑ
امام اور اُمت
حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں
عظمتِ حضرتِ زینبؑ
عظمتِ حضرتِ فاطمہؑ
عظمتِ امام جعفر صادقؑ
مجالسِ محسنہ (جلد اوّل)
مجالسِ محسنہ (جلد دوم)
ظہورِ امام مہدیؑ

تاریخ

ذوالجناح
پوری دنیا کی عزاداری
شہید علمائے حق

سوانحِ حیات

حضرت علیؑ مرتضیٰ
حضرت فاطمہ زہراؑ
حضرت قاسمؑ ابنِ حسنؑ
حضرت اُمّ البنینؑ
حضرتِ جعفر طیّارؑ

ادبیات

شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ
خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا
میر انیسؔ (انگریزی)
کلامِ انیسؔ میں رنگوں کا استعمال

مجالس ترابی

علمِ معصوم
قیامت اور قرآن
کتاب، حکمت اور ملکِ عظیم
توحید اور شرک